۱۹۲۷

جلد ۱

نمبر ۱۵

الہلال

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ۵ ـ آنہ

الهلال

هر جمعه کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکته سے شایع هوتا ہے

قیمت سالانه مع محصول	باره روپیه
هندوستان سے باهر کیلیے	سوله روپیه
قیمت شش ماهي	سات روپیه
قیمت في پرچه	پانچ آنه

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الهلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے هوں انکے لفافه پر " ایڈیٹر " کا نام هونا چاهیے -

(۲) نمونه مفت ارسال نه هوگا -

(۳) براه عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پته صاف اور خوش خط لکھیے -

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع لوکر وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچه نه پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک هفته کے اندر اطلاع دیں - ورنه بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانه نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماه کیلئے ایک جگه سے دوسري جگه جا رہے هیں تو اپنا پته تبدیل نه کرایے ' مقامي ڈاکخانه کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیاده عرصه تک کے لئے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک هفته پیشتر اطلاع دیکر پته تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانه کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پته ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لئے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیره) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بهیجیے ورنه دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الکریم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۵ | کلکتہ : جمعہ ۳ - ربیع الثانی ۱۳۴۶ ہجری | جلد ۱

Calcutta : Friday, 30, September 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نہین ؟

آج کوئی زبان ترقی نہین کر سکتی اگر وہ اپنا ترقی یافتہ طریق طباعة نہین رکھتی ۔
طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نہین کہ حروف کی چھپائی اختیار کی جای ۔
پتھر کی چھپائی مین محدود رہکر اردو کی طباعة کبھی ترقی نہین کر سکتی ۔

اردو کی سب سی بہتر حروف جو اس وقت تك بن سکی ہین ، وہ ہین جن مین الہلال چھپتا ہی ۔ اور عربی کا بہترین خط نسخ وہ ہی جس مین یہ سطرین کمپوز کی گئی ہین ۔ آپ ان دونون مین سی جسی چاہین پسند کر لین ۔ لیکن پتھر کی چھپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین ۔

براہ عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی ہمین اطلاع دیجیی ۔ یاد رکھیی ۔ طباعة کا مسئلہ آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیادہ اہم مسئلہ ہی ۔ ضروری ہی کہ اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین ۔ الہلال

قارپین الہلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ۱۲۱۰ مراسلات وصول ہوی ہین ۔ تقسیم آراء حسب ذیل ہی :

عربی حروف کی حق مین	۱۹۷	اردو حروف کی حق مین	۳۴۹
موجودہ مشترك طباعة کی حق مین	۳۲۴	حروف کی حق مین بشرطیکہ	
پتھر کی چھپائی کی حق مین	۲۲۳	نستعلیق ہون	۱۱۷

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بھی متفق ظاہر کیا ہی ۔

آراء کی دیکھنی سی معلوم ہوا کہ اس باری مین بعض اہم تفصیلات پر لوگون کی نظر نہین ہی ۔ اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت ہی ۔ آیندہ اس باری مین مولانا بہ تفصیل اپنی خیالات ظاہر کرینگی مگر ضرورت ہی کہ بقیہ حضرات بھی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بھیج دین ۔ الہلال

برتر انسان

(Super man)

(ایک جدید علمی تجربہ)

قارئین الہلال ڈاکٹر ورونوف کے نام سے واقف ہوچکے ہیں - اس ڈاکٹر نے شباب کی واپسی کے لیے جو طریقہ ایجاد کیا ہے ' اُس کا مفصل بیان کسی پچھلی اشاعت میں درج ہو چکا ہے - آج ہم اُس کا ایک اور تجربہ - یا زیادہ صحیح لفظوں میں نظریہ - پیش کرتے ہیں - یہ نظریہ بلاشبہ عجیب ہے - اتنا عجیب کہ بمشکل یقین کیا جا سکتا ہے - لیکن ڈاکٹر مذکور اُس پر مضبوطی سے مصر ہے ' اور ثبوت میں اپنے بعض تجربوں کا حوالہ دیتا ہے -

جدید نظریہ یہ ہے کہ صرف بوڑھے ہی جوان نہیں بنا دیے جاسکتے بلکہ ایک نئی انسانی نسل بھی پیدا کی جا سکتی ہے جو موجودہ نسل سے اپنے جسمی و دماغی قویٰ میں کہیں زیادہ برتر ہوگی - ڈاکٹر ورونوف اِس ایندہ نسل کو " سوپر مین " یا برتر انسان کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے - یہ دراصل مشہور جرمن حکیم نیٹشے کی اصطلاح ہے - اُس کا دعویٰ ہے کہ اِس نسل کا ہر فرد اپنے جسم و دماغ میں ایک نمونہ ہوگا ' بہت طویل العمر ہوگا ' کم سے کم ۱۵۰ برس ضرور زندہ رہے گا !

اعادۂ شباب کا معاملہ ' اب نظریے کی حد سے نکل کر علمی حقائق کی صف میں جگہ پا چکا ہے - علم ' اُس کی راہ میں بہت سی مسافتیں طے کرچکا ہے - شکوک وشبہات کے تقریباً تمام پردے اُس پر سے اٹھہ چکے ہیں - عنقریب انسانی تاریخ پر اِس کا بہت گہرا اثر پڑنے والا ہے -

لیکن " برتر نسل " کی تخلیق ابھی تک ایک نظریہ ہی ہے ' اگرچہ ڈاکٹر ورونوف کو اُس پر پورا یقین ہے - اپنے اِس نظریہ کی تکمیل میں بھی وہ بندر کی گلٹیوں سے کام لینا چاہتا ہے -

تفصیل یہ ہے کہ ڈاکٹر ورونوف کا اعتقاد ہے ' اگر ممتاز جسمی وعقلی قویٰ کے آدمیوں میں ایک تیسری گلٹی کا اضافہ کر دیا جائے ' تو اُن کی نسل ضرور برتر ہوگی - اب تک وہ مینڈھوں پر متعدد کامیاب تجربے کرچکا ہے - لیکن حال میں آٹھہ برس کے ایک لڑکے پر تجربہ شروع کیا ہے - اُس کا خیال ہے ' اِس لڑکے کی اولاد حیرت انگیز عقلی و جسمی قویٰ کی مالک ہوگی -

اِس موضوع پر ایک اخبار کے نامہ نگار سے گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر موصوف نے کہا :

" میں مستقبل پر نظر ڈالتا ہوں تو اُس کے دامن میں " سوپر مین " (برتر انسان) صاف دکھائی دیتا ہے - یہی انسان اور اُس کی نسل ابد الا آباد تک دنیا پر حکومت کرے گی - یہ نسل ایک ایسی قہرمان عقل و جسم کی مالک ہوگی کہ تمام مخلوقات اُس کی قوت قاہرہ کے سامنے جھک جائینگی ... میں ابتک بوڑھوں کو جوان بناتا تھا - لیکن یہ کچھہ زیادہ نتیجہ خیز عمل نہ تھا - اِس سے انسانی عمر میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے - لیکن اب جن نئے تجربوں کا میں نے عزم کیا ہے ' وہ تمام پچھلے تجربوں سے کہیں زیادہ حیرت انگیز اور نتیجہ خیز ہونگے - یہ تجربے صرف بوڑھوں ہی پر نہیں ہونگے - اب میری توجہ کا مرکز کم عمر بچے ہونگے - وہ بچے جنکی عمر آٹھہ اور دس برس کی ہے - بندر کی گلٹی ہی یہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کرے گی ' اور انہیں ایک نیا آدمی بنا دے گی - میں ایسے بچوں کو اپنے تجربے کے لیے منتخب کرونگا جو غیر معمولی ذہانت اور جسمانی قوت رکھتے ہیں - یہ بچے اور ان کی نسل ' مستقبل میں یقیناً نہایت عظیم ہوگی - اِس مقصد میں سب سے بڑی مشکل یہ در پیش ہے کہ ترقی یافتہ بندروں (شمپازی اور اورنگ اوٹنگ) کی کافی تعداد موجود نہیں ہے - اگر ہر آدمی کے لیے ایک ایک بندر مل جائے تو نہایت قلیل مدت میں نسل انسانی کی کایا پلٹ جائے - لیکن یہ مشکل نا قابل حل نہیں ہے - یورپ اور امریکا کے گرم علاقوں میں بندروں کی افزائش کا انتظام کیا جا سکتا ہے "

جراثیم حیات

(ایک اور جدید نظریہ)

ہندوستان میں کم لوگوں نے ڈاکٹر کن آب کا نام سنا ہوگا - حالانکہ وہ فرانس کا ایک مشہور ڈاکٹر اور عالم ہے - اُس جیسی وسیع معلومات رکھنے والے آدمی دنیا میں بہت کم ہیں - وہ ۸۰ - علوم و فنون اور صناعتوں کا ماہر ہے - چنانچہ سائنس داں ' طبیب ' فیلسوف ' کیمیائی ' موجد ' موسیقی داں ' شاعر ' ریاضی ' فلکی ' سب ہی کچھہ ہے - غیر معمولی دماغی قابلیت کے علاوہ نہایت عظیم جسمانی قوت بھی رکھتا ہے - پورا پہلوان ہے -

یہ عجیب ڈاکٹر ' ورونوف اور اُسکے تمام ہم مشرب ڈاکٹروں کے بارے میں سخت سوءظن رکھتا ہے - اُس کے خیال میں وہ دغاباز ہیں - جوانی واپس لانے کا جو طریقہ اُنھوں نے ایجاد کیا ہے ' غلط ہے - اُس کا اثر ' عارضی ہے ' اور اُس کا رد فعل نہایت مضر ہوتا ہے - لیکن خود اپنے متعلق اُس کا دعویٰ ہے کہ وہ بوڑھوں کو بغیر کسی گلٹی کے استعمال کے جوان بنا دیتا ہے اور انسان کی عمر دو سو برس تک طویل کردے سکتا ہے - اس کے علاج میں سب سے پہلے اُن شرطوں کی پابندی ضروری ہے جو اُس کے خیال میں درازی عمر کی ضروری شرطیں ہیں - پھر انجیکشن کے ذریعہ وہ ایک مادہ جسم میں داخل کر دیتا ہے - یہ مادہ خود اُس نے ایجاد کیا ہے - دنیا کو ابتک اُس کا کوئی علم و تجربہ حاصل نہیں ہوا -

ایک اخبار کے نمایندہ سے اُس نے گفتگو کرتے ہوئے کہا :

" میری عمر اِس وقت ساٹھہ برس کی ہے - لیکن میں ایسا محسوس کرتا ہوں ' گویا عالم شباب میں ہوں - دس برس پہلے میں بالکل بوڑھا ہو گیا تھا اور یقین کرتا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی - اُس وقت میں پیدل چل نہیں سکتا تھا - میری شرائین سوکھہ کر سخت ہو گئی تھیں ' اور تمام جسم کمزور ہو چکا تھا - لیکن اب میں آسانی سے دوڑ سکتا ہوں - تمام ورزشی کھیل اِس طرح کھیلتا ہوں ' گویا تیس برس برس کا جوان ہوں - میں روز چودہ پندرہ گھنٹے کام کرتا ہوں ' مگر ذرا نہیں تھکتا - مجھہ میں اِتنی بدنی قوت ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں اور گھونسہ بازوں سے مقابلہ کر سکتا ہوں - میرے خیال میں دنیا بھر میں کوئی ایک آدمی بھی ایسا موجود نہیں جو مجھہ سے زیادہ زندگی کی مسرتیں لوٹتا یا اُن مسرتوں کا لطف محسوس کر سکتا ہو - میری یہ قابل رشک حالت ' صرف اُس طریق علاج کا نتیجہ ہے جو میں نے ایجاد کیا ہے - مجھے از حد خوشی ہے کہ میرا تجربہ پورے طور پر کامیاب ہوا - چونکہ اِس طریقہ میں تمام عالم انسانیت کے لیے بھلائی ہے ' اس لیے میں اُس کا ایک حصہ ظاہر کر دونگا - لیکن دوسرا حصہ بدستور مخفی رکھونگا ' یہانتک کہ اُس کے ظہور کے لیے مناسب وقت آجائے - مجھے دیکھو - کیا میری قوت ' چستی ' تندرستی ' ایسی نہیں ہے جس پر نوجوان رشک کریں ؟ "

" اپنے طریق علاج کا جو حصہ میں دنیا پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں ' وہ در حقیقت بالکل صاف ' سادہ ' اور معمولی ہے - اُس کا تعلق سراسر غذا سے ہے - چالیس سال کی عمر تک جو چاہو کھاؤ پیو ' بلکہ اِس سن تک جس طرح چاہو زندگی بسر کرو - لیکن جونہی چالیسویں سالگرہ شروع ہو ' گوشت ' شراب ' اور تمباکو سے قطعی اجتناب کرلو - اِس عمر والے کے لیے گوشت یقیناً سم قاتل کا حکم رکھتا ہے - اس کی جگہ ہر ہفتہ میں ایک دو مرتبہ مچھلی استعمال کی جا سکتی ہے - مچھلی حقیقی معنی میں گوشت نہیں ہے (اگرچہ علماء تشریح اِس کے خلاف کچھہ ہی کہیں) مچھلی میں کبریتی مادہ بہت بڑی مقدار میں موجود ہوتا ہے - اور معلوم ہے ' یہ مادہ دماغ اور اُس کی تندرستی کے لیے اصلی جوہر ہے - جسم کی خلایا یا تھیلیاں ہمیشہ تبدیل ہوتی رہتی ہیں - پرانی خلایا غالب ہوجاتی ہیں ' نئی خلایا اُن کی جگہ لے لیتی ہیں - چالیس سال کی عمر تک یہ عمل جاری رہتا ہے - اِس کے بعد خلایا کا انحلال تو جاری رہتا ہے ' مگر نئی خلایا کی تکوین نہیں ہوتی - درحقیقت ہم چالیس برس کی عمر سے مرنا شروع کر دیتے ہیں ' کیونکہ اُس قوت سے محروم ہو جاتے ہیں جو خلایا کی تکوین کی علت ہے - بلا شبہ ہم اِس عمر کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ' لیکن ہمارے قوی برابر گرتے اور مٹتے جاتے ہیں - یہ بھی ظاہر ہے کہ گوشت ' شراب ' اور تمباکو جن عناصر سے مرکب ہے ' وہ زندہ خلایا کو قتل کرتے اور مٹاتے رہتے ہیں - پس اگر ہم زیادہ زندہ رہنے کے متمنی ہیں تو ہمیں اِس تدریجی خود کشی سے اجتناب کرنا چاہیے - یعنی ہمیں اِن قاتل عناصر کے استعمال سے قطعی پرہیز کرنا چاہیے "

" گلٹی کے ذریعہ شباب واپس لانے کا طریقہ بے فائدہ ہے - اُس کا اثر بہت ہی محدود اور عارضی ہوتا ہے - کیونکہ بوڑھے آدمی میں جوان بندر کی گلٹی اُسی وقت تک قوت پیدا کر سکتی ہے جب تک صحیح و سالم موجود ہے - لیکن جوں ہی اُس میں ضعف پیدا ہوگا ' بڑھاپا پہلے سے بھی زیادہ شدت سے واپس آجائیگا اور ڈاکٹر کی کوئی کوشش بھی اُسے سنبھال نہ سکے گی - واقعہ یہ ہے کہ زندگی کا جوہر ' گلٹی میں نہیں بلکہ جسم کی خلایا میں ہوتا ہے - ہر خلیہ اپنے اندر جرثوم حیات پوشیدہ رکھتی ہے - اِس جرثوم کو ہم زندگی کا میکروب کہہ سکتے ہیں - یہی میکروب ' خلیہ کو حرکت دیتا اور زندہ رکھتا ہے - اِس میکروب کا قتل خود خلیہ کا قتل ہے - اور خلیہ کا قتل زندگی کا ختم کرنا ہے - لہذا اِن جراثیم حیات کے بقاء و دوام کی کوشش کرنی چاہیے - اِس کوشش کی کامیابی یقیناً زندگی کو دراز کر دے گی - میں نے ایک ایسا کیمیاوی مرکب طیار کر لیا ہے جو اِن جراثیم کے لیے اکسیر کا حکم رکھتا ہے - لیکن اِس مرکب کو میں ابھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا ' یہانتک کہ اُس کے مزید تجربے ختم کرلوں "

" ہر شخص جانتا ہے کہ چالیس سال کی عمر کے بعد جسم میں جو مادہ کم ہو جاتا ہے ' وہ کلورائڈ کا ایک مرکب ہے - یہ مرکب میں نے معلوم کرلیا ہے اور اُسے ابھی تک راز بنائے ہوے ہوں - اگر یہی مرکب بوڑھے جسم میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچا دیا جاے تو انسان ضرور جوان ہو جائیگا ... اُس کی حیرت انگیز تاثیر تم اِس وقت بھی میرے جسم میں دیکھہ سکتے ہو "

احساس الم کا ازالہ

تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے ؟

تکلیف کا احساس اِس لئے ہوتا ہے کہ جسم میں اعصاب (پٹھے) موجود ہیں - یہ اعصاب اِس احساس کو اُس کے مرکز — دماغ — تک پہنچاتے ہیں اور انسان تکلیف محسوس کرتا ہے - علم کی ترقی کے بعد بہت سے مخدرات ایجاد ہو گئے ہیں - یہ اِس احساس کو زایل کر دیتے ہیں مگر اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے - پھر بہت سے بیماروں پر اِن مخدر دواؤں کا استعمال بھی نہیں کیا جاسکتا ' کیونکہ اُن کا دل کمزور ہوتا ہے اور وہ اُن کے متحمل نہیں ہوسکتے -

یہ ' اور اِسی قسم کی دوسری مشکلات دیکھہ کر مذکور الصدر ڈاکٹر کن آب نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کرنے کی کوشش شروع کردی ہے جو سرے سے تکلیف کا احساس ہی زایل کردے اور مخدر دواؤں کی ضرورت باقی نہ رہے -

ڈاکٹر کو یقین ہے کہ اِس مقصد میں اُسے ضرور کامیابی ہوگی - اِس کامیابی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان ہمیشہ کے لئے تمام آلام و تکالیف سے نجات پا جائیگا - اُس وقت جراح مخدرات کی مدد کے بغیر عمل جراحی کر سکینگے - مریض ہرگز کوئی تکلیف محسوس نہیں کریگا - ڈاکٹر کا دعوی ہے کہ کتوں پر اُس کا تجربہ بالکل پورا اترا ہے - لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انسان پر بھی کامیاب نہ رہے -

اِس طریق علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ " نخاع مستطیل " (بصلۃ الملخ) پر عمل جراحی کیا جائے تاکہ احساس کا مرکز ہمیشہ کے لیے شل اور سن ہوجائے - ظاہر ہے ' جب اصلی مرکز سن ہوجائیگا تو تکلیف کا احساس بھی قطعاً باقی نہیں رہے گا - واقعی اگر یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوگیا ' تو ہمارے تمام جسمانی آلام ہمیشہ کے لیے ختم ہوجا سکتے ہیں -

لیکن ابھی کامیابی دور نظر آتی ہے - کیونکہ اِس عمل جراحی میں ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ دماغ میں جملہ احساسات کے مرکز ہی کہیں شل نہ ہوجائیں اور انسان میں کوئی حس ہی باقی نہ رہے - ہاں اگر وہ خاص عصب (پٹھا) دریافت ہوجائے جو تکلیف کا احساس دماغ تک پہنچاتا ہے ' تو بلا شبہ یہ اکتشاف ' انسانیت کے لیے نعمت عظمی بن جاسکتا ہے -

افسانــہ

ترکی تاریخ کا ایک مجہول صفحہ

(شاهزادہ چم کا افسوس ناک انجام)

کم لوگوں نے شاهزادہ " چم " کا نام سنا هوگا - عام طور پر مورخوں نے بهي اِس کا ذکر نهیں کیا هے - نتیجه یه هے که یه نام بالکل اجنبي معلوم هوتا هے - حالانکه اِس کا واقعه ترکي تاریخ میں ایک نهایت هي غم ناک فاجعه (ٹریجڈي) هے - اور اِس وقت بهي مشرقی دنیا کے لیے عبرت و موعظت کا ایک درس هے - آج هم قارئین الهلال سے اِس تاریخي شخصیت کا تعارف کراتے هیں -

(۱)

چم — یا یورپین تلفظ کے مطابق " زیزم " — ایک بد نصیب مشرقي شاهزادہ هے - مصائب و آلام نے اُس سے محبت کي - زمانے نے بے وفائي کي - حسرت و غم نے اُسکا پیچها کیا -

سلطان محمد ' فاتح قسطنطنیه کا یه منجهلا لڑکا تها - اُس میں جسماني قوت ' ذهانت ' حسن ' خوش مزاجي ' رقیق احساس ' شجاعت ' جمله اوصاف جمع هوگئے تهے - پیدائشي شاعر تها - ترکي شعر و ادب میں ابتک اُس کے آثار موجود هیں ' اور اُس کي ذهني بلندي اور شاعرانه تخیل کا بهترین ثبوت هیں -

اُس کا آغاز نهایت امید افزا تها - گمان هوتا تها که قدرت اُس پر پوري طرح مهربان هے - ابهي اُس کي عمر دس برس هي کي تهي که اولوالعزم باپ ' محمد فاتح ' اُس کي قابلیت کا معترف هوگیا اور صوبۂ قسطموني کا حاکم مقرر کردیا - یهاں شعراء و ادباء کي ایک بڑي جماعت موجود تهي - کم سن شاهزادے نے اُنهیں باریاب کیا ' تعلقات بڑهائے ' اور خداداد قابلیت کے ساتهه شعر و ادب کا با قاعده مطالعه کیا - تهوڑي هي مدت میں اپنے استادوں سے بهي بازي لے گیا - اُسي زمانے میں ایک فارسي قصے " خورشید و جمشید " کا ترکي شعر میں ترجمه کیا اور اپنے والد کے نام هدیه کیا - محمد فاتح بهت خوش هوا - پہلے سے زیاده مهربان هوگیا اور صوبۂ گلیشیا کي حکومت سپرد کردي - اُس وقت چم کي عمر صرف اٹهاره سال کي تهي ' مگر وه پخته کار حکمراں بن چکا تها -

گلیشیا میں اُس نے اپني انتظامي قابلیت کے بڑے بڑے ثبوت پیش کیے - یه صوبه پہلے سلجوقیوں کي ایک ریاست تها - آل عثمان نے اُسے فتح تو کر لیا تها ؛ مگر پوري طرح قابو نهیں پاسکے تهے - همیشه بدامني اور شورش برپا رهتي تهي - سابق سلجوقي حکمران بغاوتوں پر بغاوتیں کرتے رهتے تهے - مصر کے چرکس بادشاه اور ایران کے شهنشاه اُن کي امداد کرتے تهے - اُس وقت ترکي سلطنت میں اِس صوبے سے زیاده مشکل حکومت کسي صوبے کي نه تهي - والیوں پر والي آتے تهے اور ناکام لوٹ جاتے تهے -

لیکن چم نے آتے هي اپني بے نظیر همت و شجاعت سے کام لے کر تمام شورش پسند عناصر کا خاتمه کردیا - هولناک معرکوں میں بے خوف و خطر گهس جاتا تها - دست بدست لڑائیاں تها - بڑے بڑے شه زوروں سے نبرد آزما هوتا اور همیشه غالب رهتا - تهوڑے هي دنوں میں اُس کا رعب دلوں پر چها گیا - چم کا نام دل دهلا دیتا تها - باشندے ڈر سے اُس کا نام نهیں لیتے تهے - " رستم دوراں " کے لقب سے یاد کرنے لگے تهے !

(۲)

پانچ برس تک نهایت بیدار مغزي سے حکومت کرتا رها - هر طرف امن و امان قائم هوچکا تها - کوئي پیچیدگي بهي باقي نهیں رهي تهي - اب اُس نے اپنے تئیں معطل پایا - اِس تعطل نے اُس کے مزاج میں تبدیلي پیدا کي ' اور اِسي تبدیلي سے اُس کي بد نصیبي کا آغاز هوا -

حکومت کي ذمه داریوں سے غافل هوگیا - عیش و عشرت کي بساط بچها دي - نفس پرستي کا دروازه کهول دیا - اُس کا محل بوالهوسوں کا مرکز اور عیش پرستوں کا کعبه بن گیا -

اب تک وه پوري قوم کا محبوب تها - کوئي نه تها جو اُسے محمد فاتح کا سچا جانشین نه خیال کرتا هو - ملک بهر کي یهي راے تهي که آئنده سلطان وهي هوگا - لیکن اِس نئي تبدیلي نے اُس کي شهرت و مقبولیت کو سخت نقصان پهنچایا - دو جماعتیں قائم هوگئیں : ایک اب بهي اُس کي مؤید تهي - پورے یورپ کے مقابلے کي قوت اُسي میں دیکهتي تهي - یه جماعت وزیر اعظم محمد نشاني باشا کي تهي - دوسري جماعت فسق و فجور کي وجه سے اُس کي سخت مخالفت تهي - دین و امت کے لیے اُسے خطرناک سمجهتي تهي - اِس جماعت کا سرگروه ' شیخ الاسلام تها -

چم کا حریف ' بایزید تها - یه اُس کا بڑا بهائي اور ترکي دستور حکومت کي رو سے اپنے باپ کا وارث تها - سلطان محمد کي زندگي میں دونوں حریف دور دور رهے - لیکن اُس کي وفات کے بعد تصادم ضروري تها -

چم ' عقلمند ' بهادر ' اولوالعزم ' مگر عیاشي کي وجه سے غفلت کا شکار هوگیا تها - بایزید ' بے وقوف ' بزدل ' پست همت ' مگر سلطنت حاصل کرنے کے لیے بے قرار تها - بایزید اپنے بهائي کي قابلیتوں سے واقف تها ' اِس لیے بهت بیدار رهتا تها -

(۳)

اپنے باپ کي وفات کے وقت دونوں بهائي پایۂ تخت ' قسطنطنیه سے دور تهے - چم گلیشیا میں تها اور بایزید آماسیا کا حاکم تها - وزیر اعظم محمد نشاني باشا چونکه چم کا طرفدار تها ' اس لیئے اُس نے سلطان کي موت فوج سے مخفي رکهي - کیونکه فوج تمام تر ترکي علماء کے زیر اثر تهي - اُس نے پہلے ایک خفیه قاصد چم کے پاس بهیجا که فوراً پایۂ تخت پهنچو اور سلطنت پر قابض هو جاؤ - نیز وه تدبیریں بهي لکهدیں جن سے بایزید زیر کیا جا سکتا تها - کئي دن بعد دوسرا قاصد بایزید کے پاس بهیجا اور تخت نشیني کي دعوت دي -

دونو قاصد روانه هوگئے - مگر چم بد قسمت تها - اُس کا قاصد پهنچ نه سکا - کوتاهیه کا حاکم سنان باشا ' بایزید کا طرفدار تها - وه حقیقت سے واقف هوگیا اور قاصد کو گرفتار کرکے قتل کرڈالا - دوسري مصیبت یه پڑي که پایۂ تخت کي فوج کو سلطان کي

وفات کا پتہ چل گیا - وہ شاہی محل میں گھس پڑی اور بایزید کے لڑکے کو بایزید کی آمد تک تخت پر بٹھا دیا - سلطان محمد فاتح نے اپنے دونوں لڑکوں کے بیٹے بطور ضمانت کے اپنے پاس رکھ چھوڑے تھے تاکہ وہ وفادار اور اطاعت شعار رہیں - معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوگیا بلکہ فوج سازش سے بھی واقف ہوگئی اور وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا -

(٤)

اب جم کی زندگی کے ہولناک تاریک دن شروع ہوتے ہیں - قاصد ہوا کی طرح اڑ کر بایزید کے پاس پہنچا - ولی عہد گویا پہلے ہی سے طیار بیٹھا تھا - فوراً روانہ ہوگیا اور نہایت سرعت سے پایۂ تخت میں داخل ہوا - لیکن قصر شاہی میں فوج نے داخل ہونے نہیں دیا اور اپنا انعام طلب کیا - گویا اپنی وفاداری کی قیمت لینی چاہی - بایزید ' ڈرپوک تھا - فوراً خزانے کا منھ کھول دیا اور سب کو خوش کردیا - بعد میں یہی بخشش فوج کا مطالبہ اور قرضہ بن گئی اور سلطنت کے لیے بہت مضر ثابت ہوئی -

بایزید تخت نشین ہوگیا اور اپنے بھائی جم پر قابو حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگا - جم اب تک اِس انقلاب سے بے خبر تھا - باپ کی وفات اُس وقت معلوم ہوئی جب صدر اعظم قتل ہوا اور بایزید تخت نشین ہوچکا تھا !

سخت متحیر ہوا کہ کیا کرے ؟ یہ ظاہر تھا کہ صدر اعظم کے بعد پایۂ تخت میں اُس کے حامیوں کی کوئی جماعت باقی نہیں رہی ہے - علماء اُس کے سخت خلاف ہیں اور عام راے اُنھی کے زیر اثر ہے - اب اُسے اپنے سامنے دو ہی راہیں نظر آتی تھیں : بھائی کی اطاعت ' یا جنگ - پہلی صورت کی طرف اُس کا رجحان تھا ' مگر دو باتوں سے ڈرتا تھا : ایک یہ کہ کلیشیا کی حکومت اُس کے ہاتھ سے چھین لی جائیگی - دوسرے یہ کہ بایزید اُسے قتل نے کی کوشش کریگا - کیونکہ ترک سلاطین کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بھائیوں کو قتل کرڈالا کرتے تھے - اگرچہ وہ کتنے ہی مطیع و وفادار ہوں -

مجبوراً اُس نے جنگ کا عزم کیا - اُسے اپنی کامیابی کی قوی امید تھی - کلیشیا کے باشندے جنگجو اور وفادار تھے - اُس نے خیال کیا ' بایزید بزدل اور پست ہمت ہے - ہرگز مقابلہ نہ کر سکے گا -

(۵)

چنانچہ وہ فوراً کمر بستہ ہوگیا اور ایک جرار فوج لے کر بروسہ کی طرف بڑھا - بروسہ ' قسطنطنیہ کی کنجی ہے - اُسے یقین تھا' بایزید کی طیاری سے پہلے ہی وہ بروسہ پر قابض ہوجائے گا - مگر بایزید بھی غافل نہ تھا - مقابلہ کی طیاری کرچکا تھا - جم کے متحرک ہوتے ہی اُس نے بھی ایاز پاشا کی قیادت میں ایک فوج روانہ کردی ' اور خود بھی ایشیائی ساحل پر جنگی کاروائی کرنے کیلیے لیے آ موجود ہوا -

دونوں فوجیں بیک وقت بروسہ کے سامنے پہنچیں - شہر والوں نے اپنی بربادی کے خوف سے دونوں پر شہر کے دروازے بند کردیے - باہر ہی باہر فیصلہ کرلینے پر مجبور کیا - میدان جنگ گرم ہوا اور پہلے ہی معرکہ میں بایزید کی فوج بھاگ نکلی - جم ' مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا اور اپنی سابق عیاشی پھر شروع کردی - اب اُسے کامل یقین تھا کہ پایۂ تخت کا مالک ہوجائے گا -

لیکن یہ اُس کی سخت غلط تھی - بایزید نے ایک اور فوج گراں سنان پاشا کی سپہ سالاری میں بھیجی - مگنیا سے ایک دوسری فوج اُس ہی کی کمک پر چل دی' اور دونوں نے مل کر جم پر حملہ کردیا - عیش پسند شاہزادے کے سپہ سالار' نصوح نے دشمن کی قوت دیکھی تو دو ازراہ کی طرف پسپا ہوگیا - خود جم کو بھی بروسہ خالی کرنا پڑا - صرف سترہ دن کی حکومت اُس کی قسمت میں لکھی تھی !

بایزید نے صرف اپنی جنگی قوت ہی پر بھروسہ نہیں سازش کا جال بھی پھیلا دیا - بڑی بڑی رشوتیں دے کر جم کے بہت سے آدمی ملا لیے - حتی کہ اُس کا وزیر یعقوب بھی خیانت پر آمادہ ہوگیا - یعقوب نے اپنے آقا کو ینی شہر چلنے کا مشورہ دیا - یہاں بایزید کی ایک بڑی فوج موجود تھی - فوراً جم پر ٹوٹ پڑی - اب بھی پلہ شاہزادے ہی کا بھاری تھا - مگر عین میدان جنگ میں اُس کے سپہ سالار نصوح نے دغا کی اور فوج کا ایک بڑا حصہ لے کر دشمن سے جا ملا - اب جم کے لیے راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا تھا -

سلطان محمد فاتح
جبکہ وہ قسطنطنیہ کے سقوط کے بعد شہر میں داخل ہوا

لیکن ابھی ایک امید باقی تھی - سلجوق خاتون ' سلطان محمد فاتح کی پھوپھی ' دونوں بھائیوں میں صلح کی کوشش کر رہی تھی - خود جم نے اُسے بروسہ سے بھیجا تھا - تجویز یہ تھی کہ سلطنت تقسیم ہوجائے - یوروپین علاقوں پر بایزید حکومت کرے اور ایشیاء جم کے حوالے کر دے - نیک دل سلجوق خاتون نے سلطان کو بہت کچھہ سمجھایا - بھائی کے حقوق یاد دلائے ' مگر کامیابی نہ ہوئی - بایزید نے صاف کہدیا " بادشاہوں میں رشتہ نہیں ہوتا "

جم ' شکست کھا کر بھاگا - راستہ میں خود اُسی کے سپاہیوں نے اُسے لوٹ لیا اور سخت زخمی کیا - محمد فاتح کا اولو العزم فرزند دوسرے دن آق شہر میں اِس طرح پہنچا کہ تن پر ایک کپڑا بھی نہ تھا اور سردی سے اُس کا تمام بدن کانپ رہا تھا - اگر ایک شخص رحم کھا کے اُسے اپنا گرم کوٹ نہ دے دیتا تو یقیناً ٹھٹھر کر مر جاتا !

شکست کے ایک ہفتہ بعد وہ قونیہ پہنچا - یہاں اپنی ماں اور بیوی سے ملاقات ہوئی - اُنھیں لے کر شام روانہ ہوا ' اور شام سے ۲۸ جون سنہ ۱۴۸۲ع کو مصر پہنچا - مصر میں اُس کا بڑا شاندار استقبال کیا گیا - خود سلطان قایتبائی نے شہر کے باہر آکر خیر مقدم کیا اور معزز مہمان کو اپنے محل میں اتارا - چار مہینے آرام

لینے کے بعد حج کے لیے مکہ معظمہ روانہ هوا - وهاں بہت سے ترک سرداروں سے ملاقات هوئي - یہ لوگ بایزید کے خلاف تھے - اُنھوں نے شاهزادے کو از سر نو قسمت آزمائي کا مشورہ دیا اور اپني عقیدت و خدمت پیش کي - اِنھي میں قاسم بک حاکم گلیشیا بھي تھا -

(٦)

چم نے پھر کمر همت چست کي - حلب پہنچا - وهاں بایزید کے کئي باغي سپہ سالار اُس کے انتظار میں تھے - اُنھیں ساتھہ لے کر گلیشیا گیا اور وعدہ کیا کہ سلطان بننے کے بعد گلیشیا کو خود مختاري بخش دے گا -

چم نے ایک بڑي فوج جمع کرلي اور قونیہ کے طرف بڑھا - بایزید نے سنا تو ایک لشکر گراں کے ساتھہ روانہ هوا - اُس کي فوج کا سپہ سالار اپنے زمانے کا سب سے بڑا جنگي آدمي تھا - کدیک احمد پاشا فاتح اٹرنٹو مشرق و مغرب ' دونوں دنیاؤں میں مشہور تھا - اُس نے آتے هي چم کي فوج تہہ بالا کر ڈالي -

چم ' پھر بھاگا اور گلیشیا کے پہاڑوں میں پناہ گزیں هوگیا - بایزید نے ایک وفد بھیج کر خواهش کي کہ جنگ سے باز آجائے اور پر امن زندگي اختیار کرے - اُس نے منظور کرلیا مگر اِس شرط پر کہ اُسے چند صوبوں کي حکومت بخش دي جاے - بایزید نے انکار کیا " ایک سلطنت میں دو ساجھي جمع نہیں هو سکتے " اُس کا صاف جواب تھا -

بایزید نے صرف انکار هي نہیں کیا بلکہ حریف کا پہاڑوں میں تعاقب بھي شروع کردیا - چم کے لیے اب وسیع دنیا تنگ هوگئي - اُس نے ارادہ کیا کہ مصر یا ایران میں جاکر پناہ ڈھونڈھے ' مگر قاسم بک نے مشورہ دیا کہ یورپ جائے اور وهاں کے پادشاهوں کي مدد سے اپنا ملک فتح کرے -

(٧)

شاهزادے نے بڑے پس و پیش کے بعد یہ تجویز قبول کرلي - قسطنطنیہ کي فتح کا واقعہ ابھي تازہ هي تھا - یورپ کے تمام بادشاہ ترکوں کے خون کے پیاسے هو رهے تھے - قوي امید تھي کہ وہ سلطنت عثمانیہ کي تباهي کے خیال سے اِس باهمي خانہ جنگي میں شرکت منظور کر لینگے ' اور اِس طرح مداخلت و استیلاء کا موقعہ بہم پہنچائینگے -

چم نے جزیرۂ رودس میں اپنا ایک وفد بھیجا - اُس وقت یہ جزیرہ مشہور صلیبي مجاهدین " سینٹ جان کے سواروں " کے قبضہ میں تھا - جزیرے کے حاکم اعلی نے اپنے ارکان حکومت کے مشورے سے شاهزادے کي حمایت قبول کرلي - آنے کي دعوت دي اور اپنا جنگي بیڑہ اُس کے لیے بھیج دیا -

۲۳ - جولائي سنہ ۸۲ ۱۴ - کو چم کا رودس میں شاهانہ استقبال کیا گیا - اور نہایت عزت و احترام سے اُسکي ضیافتیں شروع هوئیں - بایزید کو معلوم هوا تو اُس نے جزیرہ کي حکومت کو دائمي صلح کے معاهدہ کا پیغام بھیجا - ساتھہ هي بہت سے امتیازات بھي پیش کیے - اِن مراعات کے صلے میں چم کي حوالگي کي درخواست کي - جزیرہ کي حکومت بہت خوش هوئي - اُس نے شاهانہ مراعات قبول کرلیں - مگر چم کے حوالہ کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ مہمان هے - البتہ وعدہ کیا کہ اُسے جزیرے سے نکال دیا جائیگا -

جزیرے کي حکومت نے ایک طرف بایزید سے معاملہ طے کرلیا - دوسري طرف چم سے وعدہ لے لیا کہ سلطنت پر قابض هونے کے بعد اُسے عظیم الشان مراعات دے گا - باضابطہ عہدنامہ لکھوا لینے کے بعد شاهزادے سے کہا کہ یہاں اُس کي زندگي خطرے میں هے - بایزید نے اسے زهر دینے کے لیے اپنے جاسوس بھیج دیے هیں - لہذا مصلحت یہي هے کہ فرانس چلا جائے -

(٨)

بد نصیب شاهزادہ راضي هوگیا - اور اگست سنہ ۱۴۸۲ ع میں جزیرے سے روانہ هوا - اُسے یقین تھا کہ فرانس جا رها هے - وهاں آزاد شاهانہ زندگي بسر کریگا - مگر جہاز میں بیٹھتے هي اُس نے محسوس کیا کہ حکام جزیرہ کي حراست و قید میں هے اور وہ اُسے آزاد کرنا نہیں چاهتے - مگر اب مجبور تھا - صبر کے سوا کوئي چارہ نہ تھا -

شاهزادہ ' شہر نیس میں پہنچایا گیا - یہ مقام اُسے بہت پسند آیا - اُس کي تعریف میں ایک قصیدہ لکھا - یہیں اقامت اختیار کرني چاهتا تھا مگر تخت شاهي کے لیے بے چین تھا - چنانچہ یہاں سے شاہ فرانس کے پاس قاصد بھیجا اور امداد کي درخواست کي - لیکن حکومت رودس کے آدمیوں نے قاصد کو راستہ میں روک لیا اور شاهزادے کو فروري سنہ ۱۴۸۳ ع میں نیس سے دوسري جگہ لے گئے - اب اُسے کہیں جمنے نہیں دیتے تھے - شہروں شہروں لئے پھرتے تھے اور سختي سے نگراني کرتے تھے -

چم کو یقین هوگیا کہ اُسے دھوکا دیا گیا هے - یہ لوگ اُس کے ذریعہ بایزید سے فائدہ اٹھا رهے هیں - چنانچہ اُس نے پھر دو قاصد روانہ کیے - ایک فرانس کو ' دوسرا هنگري کو - مگر اُس کے میزبان رودس کے حاکموں کو خبر مل گئي اور اُسے قلعہ ساسناگ میں تن تنہا قید کردیا -

(٩)

اب چم کي زندگي میں پھر ایک نیا انقلاب هوتا هے - قلعہ ساسناک کا مالک ایک ڈیوک تھا - اُس کي لڑکي ولینیا هیلانا حسن و جمال میں یکتا تھي - شاهزادے نے اُسے دیکھا تو عاشق هوگیا - دوشیزہ کو بھي اُس سے محبت هوگئي - محبت نے مرد میدان چم کي طبیعت بالکل بدل ڈالي - جنگ و جدل سے نفرت هوگئي - حکومت کا شوق زائل هوگیا - خاموش زندگي کي طلب پیدا هوي - اُس نے بایزید کو پے در پے خطوط بھیجے اور رحم و کرم کي درخواست کي - مگر سنگ دل بھائي کو رحم نہ آیا - دشمن کو جھکتے دیکھہ کر اُس کي همت اور بھي بڑھگئي - اُس نے شاہ فرانس سے مطالبہ کیا کہ چم کو فوراً اپني حدود سے خارج کردے -

جزیرۂ رودس کے حکام نے دیکھا کہ شکار هاتھہ سے جاتا هے - فوراً ایک نئے سودے پر آمادہ هوگئے - پوپ اینو سین هشتم سے ایک بہت بڑي قیمت لے کر ' ۱۳ - مارچ سنہ ۱۴۸۹ - کو شہزادہ اُس کے حوالہ کر دیا -

(١٠)

چم ' روم کو روانہ کیا گیا - پوپ سے ملاقات هوئي - چم نے اپني مصیبتیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کیں اور درخواست کي کہ اُسے مصر جانے دیا جائے جہاں اُسکي ماں اور بیوي مدتوں سے جدائي

کا غم کہا رہي هيں - مگر پوپ نے منظور نہيں کيا - اُس نے کہا "یورپ کے بادشاہ ترکي پر چڑھائي کرنے کي طياري کر رهے هيں تاکه تمھيں تخت نشين کرديں" ساتهه هي اُس نے بہت اصرار کيا که مسيحي دين اختيار کرلیے تاکه "دنيا کے ساتهه آخرت کي عزت بهي حاصل هوجائے"

جم ' پکا مسلمان تها - پوپ کي يه دعوت حقارت سے رد کردي - اُس نے سختي سے کہا "اگر تمام دنيا کي بادشاهي مل جاے ' تو بهي ميں اپنا دين فروخت نہيں کرونگا" اِتنا هي نہيں بلکه غيور شہزادے نے پوپ کے روبرو سر جهکانے يا اُس کے هاتهه کو بوسه دينے سے بهي انکار کر ديا ' جيسا که شاهان يورپ کا دستور تها - اُس نے کہا "ميں مسلمان هوں - پوپ کے سامنے نه تو جهک سکتا هوں ' نه اُس کا هاتهه چوم سکتا هوں !"

پوپ نے اُسے ويٹيکان ميں نظر بند کرديا اور دول يورپ کو ترکي پر حمله کي ترغيب دينے لگا - مگر اُس وقت بهي يورپ ميں باهم دگر سخت منافست تهي - آپس ميں کوئي سمجهوتا نه هوسکا - اِسي اثناء ميں پوپ نے انتقال کيا اور مشہور ظالم کارڈنيل ' اسکندر اُس کا جانشين هوا - اِس نے اُس عظيم رقم پر قناعت نہيں کي جو جم کو قيد ميں رکهنے کے صله ميں بايزيد سے سالانه وصول کيا کرتا تها - بلکه ايک بہت بڑي رشوت لے کر اُس کے قتل پر آماده هوگيا -

(۱۱)

اُسي زمانه ميں (ستمبر سنه ۱۴۹۴ع) چارلس هشتم شاه فرانس نے روم کا محاصره کرليا ' اور صلح کي ايک شرط يه بهي قرار دي که جم اُس کے حواله کر دياجائے - پوپ نے دونوں طرف سے فائده اٹهانا چاها - اُس زمانے ميں يورپ کے روحاني رهنما آلات و وسائل قتل کے بهي سب سے بڑے ماهر تهے - پوپ کے پاس ايک ايسا زهر موجود تها جو اگر ايک تندرست آدمي کو کهلا ديا جاے ' تو ايک خاص مدت تک اُس کي تندرستي پر کوئي اثر نہيں پڑتا تها - ليکن اُس مدت کے بعد آهسته آهسته اُسکي تاثير کام کرنے لگتي تهي ' اور به تدريج مريض کا خاتمه کر ديتي تهي - پوپ نے يهي زهر جم کو کهلا ديا ' اور اِسکي اطلاع بايزيد کو ديکر اُس سے مطلوبه رقم حاصل کرلي - پهر زنده و سالم جم ' چارلس کے حواله کرديا ' اور اُس سے بهي صلح کرلي !

جم ' شاه فرانس کے قبضه ميں آگيا - چارلس نے اُسے ترکي پر فوج کشي کے ليے آماده کرنا شروع کيا - مگر اب وه سمجهه چکا تها که يورپ اُس کي طرفداري نہيں کر رها هے - اُس کي آڑ ميں سب سے بڑي اسلامي سلطنت تباه کرني چاهتا هے - چنانچه اُس نے قطعي طور پر انکار کرديا - بادشاه نے ناراض هوکر قيد کرديا - مگر اب اُس کي دائمي رهائي کا وقت بهي آ پہنچا تها - پولس رسول کے جانشين پوپ کا زهر اُس کے جسم ميں سرايت کرچکا تها - وه ابهي نابولي هي ميں تها که ۲۴- فروري سنه ۱۴۹۵ع ميں انتهائي حسرت و ياس کے ساتهه اِس دنيا سے هميشه کے ليے رخصت هوگيا !

اُسکے آخري الفاظ يه تهے :

"خدايا ! اگر دشمنان دين مجهسے مسلمانوں کے خلاف کام لينا چاهتے هيں ' تو مجهے جلد موت ديدے ' اور اُن کا مقصد پورا نه هونے دے !"

مختارات

حب ذات کس ميں زياده هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟

(ايک مصري خاتون کے قلم سے)

سب سے پہلے مجهے يه ظاهر کردينا چاهيے که دنيا کي ترقي کے ليے جس طرح ايثار کرنے والے ضروري هيں ' اُسي طرح حب ذات رکهنے والے بهي ضروري هيں - اگر ايک آدمي بهي حب ذات رکهنے والا باقي نه رهے ' تو ايثار کرنے والے لوگ کس کي خدمت کرينگے ؟ وه ضرور دل ميں گهٹ گهٹ کر مر جائنگے - کيونکه اُن کے ليے ايثار کي نيکي پر عمل کرنے کا کوئي موقعه موجود نه هوگا - ليکن چونکه يه دونوں خصلتيں رکهنے والے دنيا ميں تقريباً مساوي تعداد ميں موجود هيں ' اور هميشه موجود رهينگے ' اِس ليے اِس صورت حال کے پيش آنے کا کوئي خطره نہيں هے -

اب سوال يه پيدا هوتا هے که حب ذات کس ميں زياده هے : مرد ميں يا عورت ميں ؟ ميرے خيال ميں جواب صرف ايک هي هو سکتا هے ' اور وه يه هے که مجموعي طور پر جنس نسواني ميں يه خصلت زياده پائي جاتي هے - عورتيں على العموم حب ذات کي بيماري ميں مبتلا هيں - هر عورت اپني طبيعت پر تهوڑا سا غور کرکے يه حقيقت معلوم کرلے سکتي هے - برخلاف اِسکے مردوں ميں ايثار کا ماده بہت هوتا هے - عورتيں خود غور کريں که اُنکے آرام و آسائش کے ليے مرد کتني تکليفيں اٹهاتے هيں ؟ همارے ليے دروازے کهولتے هيں - هماري گري هوئي چيزيں اٹها ديتے هيں - ريل اور ٹريم وغيره سواريوں ميں همارے ليے اپني جگه خالي کر ديتے هيں - همارے سر پر چهتري لگا کے چلتے هيں - غرضکه اٹهنے بيٹهنے ' کهانے ' پينے ' هر چيز ميں همارے ليے ايثار کرتے هيں - خود تکليف اٹهاتے هيں اور هميں آرام ديتے هيں !

حقيقت يه هے که عورت ' مرد کي اِس خصلت سے بہت خوش هوتي هے - اِسے اُسکي مردانگي کي علامت سمجهتي هے - اسي طرح مرد بهي عورت کي حب ذات پسند کرتا هے - بلکه اگر هم عورتوں ميں حب ذات نه هوتي ' تو مرد هم سے سخت نفرت کرنے لگتے - يهي حب ذات ' بناوٹي کمزوري ' مصنوعي نزاکت ؛ وه ادائيں هيں جو هميں مرد کي نظر ميں معزز و محبوب بنائے هوئے هيں -

مقالات

علم الاجتماع

(۱)

" علم الاجتماع " سے مقصود وہ علم ہے جس کا موضوع بحث انسان کي اجتماعي زندگي ہے - انسان کي اجتماعي زندگي کي پیدایش ' اُس کي نشو و نما ' اُس کے طبعي احوال و تاثرات ' اُس کي مزاجي کیفیات ' اور اُس کے نتائج و ثمرات کا بطریق استقراء اس طرح استقصا کرنا ؛ کہ اس بارے میں اصول و کلیات مرتب ہو جائیں ؛ علم الاجتماع کا دائرۂ نظر و بحث ہے - تاریخ علوم میں سب سے پہلے جس شخص نے اس علم کے مباحث بطور ایک مدون علم کے ترتیب دیے ' وہ علامۂ ابن خلدون ہیں - اُن کا مقدمۂ تاریخ اس علم کي عدیم النظیر کتاب ہے -

علامۂ ابن خلدون کے بعد صدیوں تک اس علم میں کوئي اضافہ نہیں ہوا - گذشتہ صدي میں جب موسیو کاترمیر نے مقدمہ کا فرانسیسي ترجمہ شائع کیا تو علماء مغرب کو اس طرف توجہ ہوئي - رفتہ رفتہ یہ مبحث وقت کا سب سے زیادہ اہم اور دقیق موضوع نظر بن گیا - بلاشبہہ فرانسیسي ترجمۂ ابن خلدون سے پہلے علماء مغرب فلسفۂ تاریخ کي طرف متوجہ ہو چکے تھے ' اور تاریخ کي نئي فلسفیانہ ترتیب کي بنیادیں پڑ چکي تھیں - نیز اصول قوانین و نظامات حکومت پر بھي مونٹسکیو اور بنتھیم جیسے مفکرین کي کتابیں شائع ہو چکي تھیں - لیکن اِن مباحث کو " علم الاجتماع " کا کامل مراد نہیں کہا جا سکتا - یہ واقعہ ہے کہ ترجمۂ ابن خلدون کي اشاعت سے پہلے یہ علم بہ حیثیت ایک مستقل علم کے ' یورپ میں زیر بحث نہ تھا - جس قدر کتابیں بھي اس علم پر لکھي گئي ہیں ' سب کي سب گذشتہ صدي کے اواخر میں مرتب ہوئي ہیں ' اور یقیناً اُن کا اولین سر چشمہ مقدمۂ ابن خلدون ہي ہے - موجودہ زمانہ میں ڈاکٹر لیبان کي مصنفات سب سے زیادہ وقیع سمجھي گئي ہیں - اُس نے نہ صرف اس موضوع پر ہي کتابیں لکھیں ' بلکہ وہ کام بھي انجام دیا جسکا ارادہ ابن خلدون نے کیا تھا مگر پورا نہ کرسکا - یعني متعدد اقوام کي تاریخیں بھي اسي علم کے اصول و کلیات کے ماتحت ترتیب دیدیں -

عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون - المتوفي ۸۰۸ ھ
جس نے سب سے پہلے علم الاجتماع مدون کیا

ذیل میں ہم ایک مختصر مگر وقیع رسالہ کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو ترکي میں ڈاکٹر احمد شعیب بک نے سنہ ۱۹۱۰ ع میں انقلاب عثماني کے بعد لکھا تھا ' اور بلاد اسلامیہ کے اہل علم میں نہایت مقبول ہوا تھا - ڈاکٹر موصوف قسطنطنیہ کے مدرسۂ حقوق (قانون) میں استاذ تھے ' اور اُن گنتي کے اصحاب علم و نظر میں سے تھے ' جنھیں ترکي کے نئے عہد تعلیم و ترقي کا ماحصل سمجھنا چاہئے - سنہ ۱۹۰۸ ع میں جب دستوري انقلاب ہوا ' تو انھوں نے مرحوم جاوید بے اور احمد رضا بے کے ساتھ شریک ہوکر ایک نہایت وقیع ماہوار رسالہ " مجلۂ علوم اقتصادیہ و اجتماعیہ " جاري کیا تھا - ترکي کے تمام مشاہیر اہل قلم کي رائے ہے کہ اس سے بہتر علمي رسالہ ترکي زبان میں شائع نہیں ہوا - یہ رسالہ اسي مجلہ میں بہ دفعات شائع ہوا تھا - پھر مطبع ثروت فنون نے کتاب کي شکل میں مرتب کرکے چھاپ دیا -

اس موضوع میں یہ مقالہ مختصر ہے ' مگر رسوخ نظر و فکر کے ساتھ لکھا گیا ہے - ہم اس کا ترجمہ شائع کر دیتے ہیں تاکہ اُردو میں ایک ترک مفکر کي بہترین کتاب منتقل ہوجائے - البتہ یہ ظاہر کر دینا ضروري ہے کہ مصنف نے مقالہ کي تمہید میں فطرۃ انساني کے خیر و شر پر جو اظہار رائے کیا ہے ' اور اسے روسو کا مذہب قرار دیکر اسکي یک قلم تغلیط کر دي ہے ' ہم اسے مصنف کي لغزش نظر سمجھتے ہیں اور اس سے متفق نہیں ہیں - مقالہ کا ترجمہ مکمل ہوجائے تو بطور استدراک و تعلیق اس مسئلہ پر مختصراً اپني رائے ظاہر کر دینگے - اس مقام کے علاوہ بعض دیگر مقامات بھي مزید نظر و کاوش کے مستحق ہیں ' اور انکي طرف بھي خاتمہ میں اشارہ کر دیا جائیگا -

اس مقالہ کے ساتھ ہم علامۂ ابن خلدون کي تصویر بھي شائع کر دیتے ہیں - یہ ایک قدیم قلمي مرقع کا عکس ہے جو دمشق کے ایک قدیم کتب خانہ میں محفوظ تھا ' اور اب وہاں کے مجمع علمي (عربي اکاڈیمي) نے اپنے عجائب خانہ کے آثار عتیقہ میں داخل

کر دیا ہے - اس تصویر میں علامۂ موصوف جس لباس میں دکھائے گئے ہیں ' ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں مسلمانان مغرب (مراکش و تیونس) کا عام لباس تھا - اور مصر و شام میں بھی اسی وضع کا عمامہ استعمال کیا جاتا تھا - علامۂ موصوف کا آخری عہد مصر میں بسر ہوا ہے - بہت ممکن ہے ' یہ تصویر اصلی اور مستند ہو -

---

(علم الا جتماع)

پہلے یہ علم ' علماء و مفکرین کے ایک نہایت تنگ دائرے میں محصور تھا ' مگر اب وہ ایک ضروری موضوع بن گیا ہے اور سب کے لیے اُس کی تحصیل لازمی ہوگئی ہے -

(فرد اور جماعت)

فرد اور جماعت میں ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ عملاً لازم و ملزوم بن گئے ہیں - ناممکن ہے کہ ان میں سے ایک مفقود ہو اور دوسرا موجود ہو سکے - روز بروز ثابت ہوتا جاتا ہے کہ عام اجتماع اور علم افراد ' دونوں باہم دگر وابستہ ہیں - ان میں تفریق ناممکن ہے ' اور یہ ' کہ تمام فلسفی اور اخلاقی مسائل ؛ اجتماعی مسائل میں داخل ہیں -

فرد اپنی صفتیں اور خصلتیں ' اپنی قوم و جنس سے ورثہ میں پاتا ہے - یہی معنی ہیں " جماعت " کے - علم جماعت (یا اجتماع) مادی اور معنوی حیات کے علم سنن و نوامیس سے بحث کرتا ہے - نیز اُس کا تعلق علم الحیاۃ سے بھی گہرا ہے - کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ جملہ کائنات اپنے آغاز کے وقت ایک ہی عظیم جماعت تھیں - یہ اس لیے کہ وہ شروع میں غیر مرئی جوہر فرد (ایٹم) کے بے حساب ذروں کا مجموعہ تھیں - بنا بریں علم اجتماع ' جملہ علوم کا مجموعہ اور خلاصہ ہے -

(قوم کا نظام اُسکی استعداد و ضرورت کے مطابق ہوتا ہے)

اِس علم کے اساتذہ کی رائے ہے کہ ہر قوم کا سیاسی و اجتماعی نظام دوسری قوموں سے نمایاں طور پر مختلف ہوتا ہے - ہر قوم کا نظام ' اُس کی ذہنی و تمدنی حالت کا ترجمان ہوتا ہے - اِس نظام کی اہمیت اور خوبی ہمیشہ اعتباری ہوتی ہے - جماعتوں کے نشو و ارتقاء میں سیاسی نظامات ' سبب و عامل ہونے سے کہیں زیادہ خود مقصد و عمل ہوتے ہیں -

قوم کی مخصوص سیاسی تنظیم ' صرف اُس کی موجودہ زندگی ہی کی میزان نہیں ہوتی ' بلکہ اُن تمام انتظامی دوروں کا بھی پتہ دیتی ہے جو اُس پر گزشتہ زمانوں میں گزر چکے ہیں - کسی انسان کو بھی یہ قدرت حاصل نہیں کہ ملک میں کوئی ایسا نظام جاری کردے جو نظری طور پر سب سے بہتر اور ترقی یافتہ معلوم ہو - تاریخ بتاتی ہے کہ غیر فانی قوانین قائم کرنے والے مقننوں نے صرف اس لیے کامیابی حاصل کی تھی کہ اُنھوں نے پہلے قوم کی ضروریات معلوم کرلی تھیں ' پھر اِن ضروریات کے مطابق قانون بنائے تھے - سولن نے کیا ہی خوب کہا ہے " میں نے ایتھنز کے باشندوں کے لیے ایسا قانون طیار نہیں کیا ہے جو عقلاً سب سے افضل ہے - بلکہ ایسا قانون بنایا ہے جو اُن کی استعداد اور ضرورت کے موافق ہے "

تمدن کی تاریخ یہ حقیقت پوری طرح ثابت کر رہی ہے کہ ہر قوم کا نظام ' اُس کی ضرورت کا مظہر ہوتا ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ اُن قوموں کے نظام تقریباً یکساں ہوتے ہیں جو ترقی کی مساوی سطح پر پہنچ گئی ہیں - پوری تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی موجود نہیں کہ کسی قوم کا نظام ' قوت اور تشدد کے ذریعہ بدلا جاسکا ہو - بلا شبہ یہ صورت کبھی فتوحات اور انقلابات کے بعد پیدا ہو جاتی ہے - مگر تبدیلی محض ظاہری اور لفظی ہوتی ہے - حقیقت و واقعہ پر اُس کا کوئی اثر نہیں پڑتا - اِس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں - جزیرۂ کارسیکا مدت سے فرانس جیسی متمدن حکومت کے ماتحت ہے ' مگر آج تک اِس جزیرہ کی وحشت دور نہ کی جا سکی - یہی حال آئر لینڈ کا ہے - صدیوں تک ساتھ رہنے پر بھی وہ انگلستان سے منزلوں دور ہے - حقیقت یہی ہے کہ قوموں کی طبیعت و فطرت کو اُن کے نظاموں پر پورا اقتدار حاصل ہوتا ہے - نظام کی تبدیلی اُسی وقت ممکن ہے جب قوم کے دماغ میں بھی تبدیلی پیدا ہو جائے -

(اچانک ترقی ناممکن ہے)

مقننوں کی قدرت سے باہر ہے کہ اپنے دل سے کوئی ضابطۂ قانون ایجاد کرکے قوم کو اُس پر چلادیں - بڑی بڑی ' بغاوتوں اور عظیم فاتحوں نے اگر اِس طرح کی جرأت کبھی کی ' تو ' یہ زبردستی زیادہ مدت تک قائم نہ رہ سکی اور قدیم حالت پھر لوٹ آئی - اِس کی مثال یہ ہے کہ اگر حیوان کو کسی ایسی بات پر مجبور کیا جائے جو اُس کے مزاج کے خلاف ہے ' تو وہ اُسی وقت تک اُسے کرتا رہیگا ' جب تک دباؤ موجود ہے - لیکن دباؤ ہٹتے ہی فوراً اُسے چھوڑ دے گا - اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوموں کے نظام ' اُنکی ضرورت کے ترجمان اور اُن کے شعور کا مظہر ہوتے ہیں - اور یہ کہ اُن کی تبدیلی ' قوم کی ذہنیت کی تبدیلی کے بعد ہی ممکن ہے - قوموں کی ذہنیت ' فوراً تبدیل نہیں ہو سکتی - بہ تدریج اور آہستگی سے بدلتی ہے -

سیاسی و اجتماعی نظام کے نشوء و تکوین کا باعث وہی ہوتا ہے جو خود کائنات کی تکوین کا باعث ہے - یہی وجہ ہے کہ اچانک تبدیلی محال ہے - یہ ایک اٹل اجتماعی قانون ہے کہ نمایاں تبدیلی ' اُن بہت سی مخفی تبدیلیوں کا نتیجہ ہوتی ہے جو صدیوں تک جاری رہتی ہیں - ہم تبدیلی کا احساس اُس وقت کرتے ہیں جب وضعی قوانین آکر ہمیں بتانے لگتے ہیں - ہم خیال کرتے ہیں تبدیلی اِنھی قوانین کا نتیجہ ہے - حالانکہ یہ تبدیلی ایک طویل و مسلسل حرکت و عمل کا نتیجہ ہوتی ہے -

حقیقی مقننوں کا فرض صرف یہ ہے کہ قوم کی راسخ عادتوں اور خصلتوں کی تائید کریں ' مگر صرف اُنھی کی جو مفید ہوں - مضر کی مضرت کم کرنے اور بتدریج دفع کرنے کی کوشش کرتے رہیں -

بسا اوقات قوم کے سمجھنے کے لیے اُسکی تاریخ سے کہیں زیادہ اُس کے ضابطۂ قانون کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے - کیونکہ ضابطۂ قانون ہمیں بالکل صحیح طور پر بتا دیتا ہے کہ قوم کی اجتماعی حالت اور ضروریات مختلف زمانوں میں کیا کیا تھیں ' اور اُن میں بتدریج کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں ؟

افراد ' اقوام ' نظامات ' عقائد ؛ کا ارتقاء ہمیشہ تدریجی ہی ہوتا ہے - جب تاریخ ہمیں کسی قوم کی بابت بتلائے کہ وہ ترقی یافتہ تمدن کی مالک تھی ' تو ہمیں فوراً سمجھہ لینا چاہیے کہ اُس کا یہ تمدن ' ایک طویل ماضی کا نتیجہ ہے - اگرچہ یہ ماضی ہمارے لیے کتنا ہی مجہول کیوں نہ ہو - کیونکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ زبان اور ادب (لٹریچر) کا وجود اچانک نہیں ہوجاسکتا - خود اُن کا وجود ہی اِس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ ایک قدیم ماضی رکھتے ہیں - موجودہ مغربی تہذیب کی مثال اِس حقیقت کے فہم کے لیے بالکل کافی ہے - یورپ اپنی موجودہ تمدنی سطح تک بے شمار انقلابات سے گزرکر ہی

پہنچا ہے - یه سراسر جنون ہے که کوئي قوم ترقي کے بلند درجه تک اچانک پہنچ جانے کا خیال کرے -

(سلطنت کي تکوین اور روسو کا نظریه)

جوزیف دومستر اور بونلڈ نے سلطنت (اسٹیٹ) کي تکوین کا جو نظریه قائم کیا تها ' وہ اب اِس حد تک شکست هوچکا ہے که اس کے بطلان کے لیے کسي بحث کي ضرورت باقي نہیں رهي - اِسي طرح " اصحاب جمهوریة " (جن کا سر گروہ روسو ہے) کے نظریے بهي غلط ثابت هوچکے هیں -

مذهب جمهوریة ' سولهویں صدي کے اواخر میں اپنے پورے عروج کو پہنچ گیا تها - هنري سوم کے قتل کے بعد پروٹسٹنٹ فرقه نے اِس مذهب سے هٹنا شروع کیا - سترهویں صدي میں هوبس اور گروبیو نے ظاهر هوکر اِس مذهب کي از سر نو حمایت شروع کي - لیکن وہ اِس نتیجه کي کوئي توجیه نه کرسکے که اِس مذهب کے تسلیم کرلینے کے بعد یا تو فرد کا استبداد لازم آجاتا ہے ' یا جماعت کا -

آخر میں روسو نے آکر یه تمام نظریے اپني کتاب " عقد اجتماعي " میں جمع کردیے - روسو کي رائے ہے که انساني افراد اپني طبیعي خود مختاري سے اس بنا پر دست بردار هوے هیں که اُنهیں اِس کے معارضه میں امن و اطمینان ملے - چنانچه اُنهوں نے باهم معاهدہ کرلیا که انفرادي زندگي کے بجاے جماعتي زندگي بسر کرینگے - اِس معاهدے نے اُن میں اجتماعي اخلاق کي ایک خاص طبیعت پیدا کردي -

روسو کا خیال ہے که فرد فطرتاً نیک هوتا ہے - رذالت و شر ' جماعت سے پیدا هوتا ہے - افراد فطري طور پر عدل و انصاف کے دلدادہ ' خیر اور نیکي کے پرستار ' اور نظام کي اطاعت کي طرف راغب هوتے هیں - وہ همیشه نیک اور خوش نصیب هوتے ' اگر جماعت کي برائیاں اُنهیں لگ نه جائیں -

حریت ' مساوات ' اور قوم کا اقتدار ! یه " عقد اجتماعي " کي بنیادي دفعات هیں - روسو نے اِن کا ذکر اپنے بیان " حقوق انساني " میں بهي کیا ہے -

روسو کے زمانه میں یه نظریه بہت مقبول تها ' که انسان فطرتاً نیک اور عاقل ہے - اُس کا هر عمل حتى که هر حرکت کسي نه کسي معقول سبب پر مبني هوتي ہے - اُس وقت کے اکثر ادباء و فلاسفه یهي خیال رکهتے تهے - حتى که ارکان سلطنت کا بهي اِسي پر ایمان تها - چنانچه تورگو نے تربیت پر ایک رساله لکهکر بادشاہ کو دیا اور دعوي کیا که " اِس پر عمل کرکے فرانس کي حالت ایسي هوجائیگي که ابهي یقین نہیں کي جا سکتي " نیز کها کرتا تها " انساني اخلاق کي فضیلت پر ایمان رکهنا فرض ہے "

جرمني میں بهي کانت اور ریختي نے اِس مذهب کا علم بلند کیا تها - لیکن اُن کے رد کے لیے بڑے بڑے فلاسفه اٹهه کهڑے هوئے - هیگل ' اسٹراوس ' اسٹوارٹ مل ' اسپنسر ' آگسٹ کونٹ ' تین ' رینان وغیرهم نے اپني اپني جگه اُس کي دهجیاں اڑادیں -

خود اشتراکیوں نے بهي یه مذهب قبول نہیں کیا اور اِسے منطقي مغالطه قرار دیا - زومبر مالن کهتا ہے " عقد اجتماعي کا نظریه ' محض ایک وهم ہے "

اقتدار قومي کا نظریه بهي اب تک محض ایک دعوي هي دعوي ہے - عمل میں آج تک اُس کا کبهي ظهور نہیں هوا - تاریخ نے بهي اُس کي کوئي مثال پیش نہیں کي - بنابریں اُسے بهي ایک خیالي و وهمي نظریه هي کهه سکتے هیں -

(فطرة انساني)

پهر یه بهي واقعه ہے که عقل و حکمت انسان کي فطري صفت نہیں ہے ' بلکه سخت جد و جهد کے بعد کسب کي جاتي ہے - یه صفت ' اگر اِسے صفت کهنا صحیح هو ' اب تک غیر دائمي حالت توازن میں ہے - علم وظائف الاعضاء (فیزیولوجي) اور علم النفس (سائیکو لوجي) بتاتے هیں که " انسان فطري طور پر اُتنا هي مریض ہے ' جتنا مجنون ہے - همارے اعضاء کي سلامتي اور عقل کي درستگي ' سرا سر اتفاقات کا نتیجه ہے - دماغ کا عمل بهي همیشه مضطرب هوتا ہے - منطقي قیاسات اور اعلى خیالات ' صرف ایک محدود روشن خیال جماعت سے مخصوص هوتے هیں - انسان کے ارادے پر اصلي حکمراني ' اُس کے عقل و دماغ کو نہیں بلکه جسماني ترکیب ' مادي ضرورت ' حیواني طبیعت ' قوت خیال ' حرص و طمع ' اور شخصي اغراض وغیرہ خصلتوں کو حاصل ہے "

همارا یه خیال که انسان فطرتاً نیکي ' خیر ' حلم ' اور اجتماعي مصلحت کو ؛ بدي ' شر ' غصه ' اور شخصي مصلحت پر ترجیح دینے کي طبیعت رکهتا ہے ' درحقیقت اپنے آپ کو سخت دهوکا دینا ہے - کیونکه وحشت وظلم کي جو صفات هم نے اپنے اجداد سے ورثه میں پائي هیں ' اب تک همارے ذهن و دماغ میں پوري طرح راسخ هیں - انساني دماغ کي ساخت هي کچهه اِس وضع کي ہے که انسان همیشه اپنے خیالات واوهام کابندہ رہے - شدید هیجان ' شک و شبه ' جذبات ' سادہ لوحي ' خود غرضي ' یه انسان کي امتیازي خصوصیات و صفات هوگئي هیں -

یه حقائق پیش نظر رکهنے کے بعد ' هم بآساني فیصله کر دے سکتے هیں که انساني فطرة کے متعلق روسو کا نظریه سرا سر وهم و خیال ہے - اور اُس کے هم مشربوں کو حقیقت سے کوئي تعلق نہیں -

(سلطنت کي تکوین میں اقلیم کا اثر)

سلطنت کي تکوین میں اقلیم کے اثرات کو بہت دخل هوتا ہے - سیاسي و اجتماعي نظامات ' اقلیم کي تبدیلي سے بدل جایا کرتے هیں - اِس کي مثال یه ہے که جو قومیں میدانوں اور سبزہ زاروں میں بود و باش رکهتي هیں ' اُن کي اقلیم کا اقتضاء هي یه هوتا ہے که بدوي زندگي بسر کریں - ان کي مرکزي حکومت میں ابوي اقتدار کا رنگ غالب هوتا ہے اور استبداد کمزور هوتا ہے - یه قومیں همیشه فتوحات و حکمراني کي دلدادہ هوتي هیں - برخلاف اِن کے وہ قومیں جو جنگلوں میں شکار پر زندگي بسر کرتي هیں ' اپني مرکزي حکومت میں استبداد غالب رکهتي هیں اور ابوي شفقت کمزور هوجاتي ہے - اِن میں جهالت نمایاں هوتي ہے - وسعت نظر مفقود هوتي ہے ' اولوالعزمي اور بلند همتي ناپید نظر آتي ہے ' فتح و استیلاء کا جذبه مردہ هوجاتا ہے ' همیشه تنگ دائرے هي میں زندگي بسر کرتي رهتي هیں -

(جماعتوں اور سلطنتوں کے وجود کا سبب)

قدیم ترین حکومتوں کے ظهور کي تاریخ همیں بتاتي ہے که انسانوں کا اجتماع اور باهمي اشتراک عمل ' صرف ضرورت هي کي وجه سے پیدا هوا تها - وہ ابتدائي ضرورت ' دشمنوں کے حملوں سے مدافعت تهي - اُن مجهول زمانوں میں هر چیز انسان کے لیے خطرناک تهي '

عالم مطبوعات و صحائف

Sketches of the Sects of Palestine & Syria.

By Harry Charles Luke.

(شام و فلسطین کے فرقے ' مصنفه هرے چارلس لیوک)

اخبار ٹائمس لندن نے اپنے هفته وار ادبي ضمیمه میں مندرجه بالا کتاب پر ان الفاظ مین تنقید کي هے :

" اگرچه فلسطین کي آبادي ساتهه لاکهه سے زیاده هے ' اور ۴۰ - مختلف زبانیں بولنے والے ' ۶۵ - فرقوں کے اشخاص موجود هیں ' پهر بهي مسٹر لیوک مصنف کتاب کو ایک اسماعیلي بهي وهاں نظر نہیں آیا ' اور اسکے لیے اُنهیں شام جانا پڑا - یه وهي فرقه هے جو جنگ صلیبي کے زمانه میں بہت مشهور هوگیا تها - مصنف نے اس کے بعض اسلاف کے حالات نهایت دلچسپ طریقه سے بیان کئے هیں - شاید اس حقیقت سے بہت کم لوگ واقف هونگے که یه وفادار قاتل اپنے آقا کے حکم کي کس طرح اطاعت کرتے تهے ' اور کس طرح اوسکے کهنے پر هر قسم کے کام انجام دینے کیلیے آماده هو جاتے تهے - حتی که دوسروں کا قتل یا خود کشي بهي ان کے لیے کوئي اهمیت نہیں رکهتي تهي -

اِس اسماعیلي فرقه نے اگرچه اپني تمام رسمیں ترک کر دي هیں - پهر بهي ایک حسین نوجوان خاتون کو سیاه لباس میں ملبوس کرنے اور سر پر پهولوں کے تاج رکهنے کي رسم اب تک رائج هے - مسٹر لیوک نے اپني کتاب میں اِس فرقه کے نهایت دلچسپ حالات لکهے هیں - باخبر مصنف همکو ایک اور فرقه کا بهي پته دیتا هے جو سمرتین کهلاتے هیں - اُن کا خانداني مذهبي پیشوا نابلس میں رهتا هے اور سالانه کوه گرزم پر اپني قدیم ترین قرباني ادا کرتا هے جو کتاب الخروج میں درج هے - اِس کتاب میں اُن معصوم حبشیوں کا بهي تذکره هے ' جنکا کام قیمتي چهتریاں لیجانا اور دوسروں کي چهتوں پر ناچنا یا عبادت کرنا هے - اِسکے علاوه یهاں کے مختلف فرقوں میں حق وراثت کے متعلق جو اختلافات هیں ' اور جنکي وجه سے اکثر خانه جنگیاں رونما هوتي رهتي هیں ' نهایت وضاحت سے بیان کیے گئے هیں "

" اگرچه فرقوں کے اعتبار سے مسیحي فرقوں کي تعداد اِسلامي فرقوں سے جن میں مسلم ملحد بهي شریک هیں ' کهیں زیاده هے ' لیکن آبادي کے لحاظ سے مسلمان ایک کے مقابله میں تین هیں - اسي طرح تعداد میں وه یهودیوں سے بهي زیاده هیں - مصنف نے اِن قوموں کے حالات کے ساتهه ترکوں کے اوس برتاؤ کي بهي مثالیں دي هیں ' جو وه اپنے عیسائي اور یهودي رعایا کے ساتهه کرتے تهے - چنانچه اُس نے اُن احکام کي نقلیں درج کي هیں جنکے ذریعه ارمنیوں ' پادریوں ' اور یهودي ربیوں کو اپنے مردے دفن کرنے کي اجازت ملتي تهي - حکمناموں کي نقلوں کے بعد مصنف نے موجوده طریقۂ حکومت کا ترکوں کے طرز حکومت سے موازنه کرکے اول الذکر کو ترجیح دي هے -

هم اس پر اتنا اضافه کرنا چاهتے هیں که مصنف کتاب اور ٹائمس کے نقد نگار نے شام کے جس فرقه کو " اسماعیلي " کے لقب سے پکارا هے ' وه اگرچه اسماعیلیه هي کي ایک شاخ هے ' لیکن ایک مدت سے " دروز " کے نام سے موسوم کي جاتي هے اور اس کے عقائد اصل اسماعیلي فرقه سے بہت کچهه مختلف هیں -

بیگم فهمي کا عجیب مطالبه

(قاتله کا مقتول شوهر کي جائداد پر دعوی !)

قارئین الهلال کو یاد هوگا که اب سے تقریباً دو سال پہلے لندن کے ایک هوٹل میں بیگم فهمي نے (جو ایک فرانسیسي عورت هے) اپنے شوهر فهمي بے مصري کو گولي کا نشانه بنایا تها - لندن میں اوس پر مقدمه چلایا گیا ' لیکن وه چهوٹ گئي ' اور اب وهي قاتله اپنے مقتول شوهر کي جائداد پر حق زوجیت کا دعوی کرنے والي هے !

اور اُس کي هلاکت پر تلي هوئي تهي - یهي سبب هے که همارے اجداد کو پهلي فکر یهي هوئي که حیوان و انسان کي دست درازیوں سے مدافعت کیونکر کریں - چنانچه وه اِس کا سامان مهیا کرنے میں مشغول هوگئے -

هر اشتراک عمل کا نظام اُن ضرورتوں کے مطابق هوتا هے جو اُسکے وجود کا باعث هوتي هیں - انساني اجتماع کي ابتدائي ضرورت دو قسم کي تهی :

(۱) داخلي خطروں کا سد باب ۔

(۲) خارجي حملوں سے مدافعت ۔

اِسي ضرورت نے انساني جماعت کو حکومت کي تکوین پر مجبور کیا - شروع شروع میں مقصود یه تها که حکومت ' جماعت کے افراد کي قوت اِس طور پر منظم کرے اور اُسے اِس طرح استعمال میں لائے ' که جماعت ' داخلي و خارجي خطروں سے محفوظ ره سکے - لیکن اس کے معني یه نہیں هیں ' جیسا که روسو کهتا هے ' که جماعت کے افراد کسي مقام پر جمع هوے اور بحث و مباحثه کے بعد باهم عهد و پیمان کر لیا ' بلکه صورت یه هوئي هوگي که جماعت کے سب سے زیاده عقلمند اور طاقتور فرد نے اِس ضرورت کا احساس کیا هوگا اور اپني زبردست قوت سے تمام افراد کو مغلوب کرکے حاکم بن بیٹها هوگا - پهر وقتي ضروریات نے حکومت کا نظام قائم کرنے اور وقتي قوانین بنانے میں اُس کي رهنمائي کي هوگي -

انانیت اور حب ذات انسان کي فطرت میں داخل هے - دو آدمیوں کي مصلحتوں میں ادنی تصادم بهي عداوت و فساد کا موجب بن جاتا هے - مدتوں انسان نے اِنهي حالات میں انفرادي زندگي بسر کي - لیکن بالاخر طویل تجربوں نے اُسے بتا دیا که قتل ' خونریزي ' نهب و سلب ' جماعت اور افراد ؛ دونوں کے لئے مضر هیں - انسان مجبور هوا که اپنے سابق طرز زندگي میں تبدیلي پیدا کرے اور ایک نئي مگر زیاده پر امن اور آرامده زندگي اختیار کرے -

یهي تجربه یا ضرورت ' حکومت اور تمام قوانین اجتماع کي اصلي اور ابتدائي بنیاد هے -

اس سلسلہ میں اخبار پیپل لندن کے نامہ نگار نے اوس سے ملاقات کي تھي - اس ملاقات کے حالات یہ هیں - نامہ نگار لکھتا ھے :

" یہ کوئي تعجب کی بات نہ تھي کہ وہ مجھے نہ پہچان سکي - اور واقعۃ تو یہ ھے کہ میں خود بھي مشکل سے اس بات پر یقین کرنے کیلیے تیار تھا کہ حسین لباس میں یہ ملبوس حسینہ وھي پریشان سفید روح ھے ' جسے میں نے اب سے دو سال پہلے عدالت میں دیکھا تھا - آج اوس کے رنگین ' روشن ' ترو تازہ چہرہ ' اور باوقار حرکات میں کہیں بھی اون خطروں اور اندیشوں کا پتہ نہ تھا جنھوں نے اسے اپنے شہزادہ شوھر کے قتل پر مجبور کردیا تھا "

" تمام دنیا کي طرح میں نے بھي سنا تھا کہ مرحوم فہمي بے کي جائداد جو دو سے پانچ ملین فرانک کے درمیان ھے ' اوسکي دو بہنوں اور چچا کو مل گئي ھے - اسکا یہ فیصلہ کہ اب وہ خود قاھرہ جاکر یہ دعوی از سر نو پیش کریگي ' میرے لیے ایک حیرت انگیز خبر تھي "

" میں نے دریافت کیا " آخر کس چیز نے اپ کو اس بات پر آمادہ کیا ھے ؟"

" اوس نے جواب دیا " وہ کہتے هیں ' جب تک میں بذات خود دعوی پیش نہ کروں ' سماعت نہیں هو سکتي - اسلیے میرے پاس قاھرہ جانے کے سوا اور چارہ کار کیا ھے ؟ "

" لیکن مجھے یاد تھا کہ اس سے پہلے تین مرتبہ بیگم فہمي نے قاھرہ جانے سے انکار کردیا تھا ' اور اسکے رجوہ میں ایک رجہ یہ بھي بتلائي گئي تھي کہ وہ خائف ھے - میں نے اس کي طرف اشارہ کیا تو وہ هنسي اور پھر مسکراتے ھوے جواب دیا " میں اور خوف ! میں مصر میں کسي سے نہیں ڈرتي - مصري میرے دوست هیں - شریف هیں " اس نے اپنے بازو پر سے کپڑا ھٹا کر بتایا کہ اُس کا ھاتھہ زخمي تھا ' اس لیے وہ قاھرہ جانے کے قابل نہ تھي - اُس نے یقین دلایا کہ اب وہ پہلے اسپین جائیگي ' وھاں سے سیدھا مصر پہنچیگي - یہ کہتے ھوے اُس نے ایک خاص انداز سے اپنا ھاتھہ اٹھایا ' اور اُس کي آنکھوں میں ایک عجیب روشني پیدا ھوگئي - قاھرہ کا مصري انصاف اُس کے لیے کوئي خوفناک چیز نہیں ھے - جو قاضي اِن آنکھوں سے متاثر ھوے بغیر رھیگا ' اُس کے متعلق سمجھہ لینا چاھئے کہ اُس کے سینہ میں دل کي جگہ یقیناً پتھر کا ٹکڑا ھوگا - اس رعنائي کے باوجود بیگم فہمي تین شادیاں کر چکي ھے ' اور اُس کي ایک ھفدہ سالہ لڑکي بھي موجود ھے ! "

" بیگم فہمي کو اس بات کا یقین ھے کہ وہ قاھرہ میں اپنا مقدمہ جیت لے گي - اُس نے مجھے بتایا کہ حال ھي میں اُس نے ایک مقدمہ جیتا ھے - وہ مقدمہ ایک ٹریس کیس (صندوق ارائش) کے متعلق تھا جس کي قیمت ۴ هزار پونڈ ھے - یہ بکس اُن دو بکسوں میں سے تھا جو شادي سے کچھہ دن قبل شہزادہ فہمي بے کے لیے بنائے گئے تھے - ایک سیاہ کچھوے کي کھال کا اُس کے لیے ' دوسرا زرد رنگ کا اُس کي منسوبہ کے لیے - حادثہ قتل کے بعد فہمي بے کي بہن نے اس بکس کے لیے مقدمہ دائر کیا - بیگم فہمي اس کے لیے لڑي اور بالاخر کامیاب ھوگئي - اُس نے کہا " یہ مقدمہ اِس لیے نہ تھا کہ وہ بکس بہت قیمتي تھا ' بلکہ یہ اصول کا سوال تھا - اُس نے یہ بکس مجھے دیا تھا - اور میرے لیے ضروري تھا کہ میں اُسے حاصل کروں " آپ کو یہ سن کر متعجب نہ ھونا چاھئیے کہ بیگم فہمي نے اپني چوتھي شادي کا خیال ترک نہیں کیا ھے ' اگرچہ اس میں عجلت نہیں ھے "

ڈاک کي تاریخ

یورپ کے ڈاکخانوں کي بین الاقوامي مجلس کا ایک اجلاس حال میں بہ مقام ھالینڈ منعقد ھوا تھا - اس سلسلہ میں ڈاک کے موجودہ طریقہ کي تاریخ بھي بیان کي گئي جس کا خلاصہ حسب ذیل ھے :

" قدیم زمانہ میں خطوط کي امد و رفت کے مختلف طریقے تھے - ڈاک کا محکمہ زیادہ تر بادشاھوں کي خدمت کیلیے تھا - بادشاہ اپنے خطوط ' فرمان ' اور احکام اپنے عہدہ داروں اور دوستوں کو بھیجا کرتے تھے - محکمۂ ڈاک یہ تھا کہ کچھہ لوگ خطوط لیکر گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ سواریوں پر سفر کیا کرتے تھے -

مصریوں نے اپني ترقي کے زمانہ میں ڈاک کا باقاعدہ انتظام کیا - مصریوں سے یہ چیز رومانیوں نے لي - شہنشاہ اگسٹس کے زمانہ میں سلطنت روم میں ڈاک کا آغاز ھوا -

ساتویں صدي عیسوي میں فرانس میں ڈاک کو رواج دیا گیا - لیکن چونکہ یہ زمانہ فرانس میں سخت بد امني کا زمانہ تھا ' اس لیے یہ انتظام کامیاب نہ ھوا اور جلد موقوف ھو گیا - چارلس اول نے بعد میں ڈاک کا محکمہ از سر نو قائم کیا تاکہ اسکي وسیع سلطنت میں مواصلات کي آساني ھو - مگر زیادہ عرصہ وہ بھي قایم نہ رہ سکا -

آخر سنہ ۱۴۶۴ع میں لوئي چاردھم نے اسکا پھر آغاز کیا اور ڈاک کا انتظام پوري ھوشیاري اور مضبوطي سے قائم کر دیا - سولھویں صدي میں فرانس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاکخانوں کا جال پھیل گیا تھا ' اور ھر شخص کو حق حاصل ھوگیا تھا کہ جب چاھے ' اپنے خطوط ڈاک کے ذریعہ بھیج دے - سنہ ۱۶۲۷ع میں خط نویسي کے قواعد اور شروط مقرر کیے گئے - سنہ ۱۶۲۹ - سے مني آرڈر بھي ڈاکخانوں میں لیے جانے لگے -

ڈاک کے ٹکٹ سب سے پہلے سنہ ۱۶۵۳ع میں فرانس میں ایجاد ھوئے - لیکن تھوڑي مدت بعد انکا استعمال ترک کر دیا گیا اور لوگ انھیں بھول گئے - سنہ ۱۸۲۳ع میں ڈنمارک کے سرکاري اخبار میں ایک مضمون شائع کرکے حکومت کو توجہ دلائي گئي کہ ڈاک کے ٹکٹ استعمال کیے جائیں - مگر اس پر توجہ نہیں کي گئي - سنہ ۱۸۳۹ع میں انگریزوں نے اسکي ضرورت محسوس کي - اسکے بعد باقي سلطنتوں نے بھي انکي تقلید کي - ذیل کے نقشہ سے معلوم ھوگا کہ دنیا کے بڑے بڑے ممالک میں کب سے ڈاک کے ٹکٹ جاري ھوئے ھیں :

انگلستان	—		سنہ ۱۸۳۹
بلجیم	۳	نومبر	سنہ ۱۸۴۷
فرانس	۱	جنوري	سنہ ۱۸۴۸
اسپین	۲	مارچ	سنہ ۱۸۴۸
سوئٹزر لینڈ	۱۴	اپریل	سنہ ۱۸۴۹
پروشیا	۱	جنوري	سنہ ۱۸۵۰
آسٹریا	۱	ایضاً	ایضاً
ڈنمارک	۱۵	ایضاً	ایضاً
اٹلی	۱	ایضاً	سنہ ۱۸۵۱
ھالینڈ	۱	ایضاً	سنہ ۱۸۵۲
ناروے	۱	ایضاً	سنہ ۱۸۵۵
یونان	—	اکتوبر	سنہ ۱۸۶۱
ٹرکي	۳	مئی	سنہ ۱۸۶۶
مصر	۱۵	دسمبر	سنہ ۱۸۶۶

سیر فی الارض

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم

(۳۰:۸)

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات

ایک مصری سیاح نجد میں

(محمد شفیق، مصری اخبار نویس کی سیاحت نجد کی آخری قسط)

نجد کی غذا

نجد خصوصاً صحرار کی اصلی غذا چاول ہے۔ روٹی بہت کم کھاتے ہیں۔ لیکن چاول چمچ سے نہیں کھاتے۔ بلکہ اُس کا استعمال بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اُن کے چمچے اُن کے ہاتھ اور انگلیاں ہیں۔ بے تکلف برتن میں ڈال دیتے ہیں اور لقمے نگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ تمام کھانوں میں ہلدی ضرور ملاتے ہیں اور بہت زیادہ مقدار میں۔ ہلدی کا نام اُن کی اصطلاح میں "بزار" ہے۔

دودھ اُن کے یہاں بہت افراط سے ہے، مگر اُس کا پنیر بنانا نہیں جانتے لیکن نمک ڈالکر کھویا بناتے ہیں اور بڑی رغبت سے کھاتے ہیں کبھی پیاز قطعاً نہیں کھاتے۔ اُس کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ بتاتے ہیں کہ اِس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اُن کے تمام کھانے حد درجہ سادہ ہیں۔ اچھے کھانوں کی طرف رغبت نہیں رکھتے کیونکہ سلف صالح اچھی غذائیں پسند نہیں کرتے تھے۔

تندرستی

پورے نجد میں صرف ایک ڈاکٹر ہے اور وہ بھی صرف سلطان کا شاہی طبیب۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود تنہا ہونے کے ڈاکٹر کے لئے مشغولیت بہت ہی کم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ عام طور پر بیمار ہی نہیں ہوتے۔ سادہ معیشت نے بیماریوں کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ تعداد اموات بہت محدود ہے۔ ۴۰، ۵۰ برس کی عمر میں شاذ و نادر ہی کوئی مرتا ہے۔ نجدی عام طور پر میدان جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں، بیمار ہو کر بستر پر مرنا نہیں جانتے۔

ریاض میں میری موجودگی کے دوران میں ایک بدو، شاہی طبیب کے پاس آیا اور اپنی بیوی کے لئے دوا مانگی۔ عورت، ریاض سے بہت دور، وسط صحرا میں بیمار پڑی تھی۔ طبیب نے مریض کے دیکھے بغیر دوا تجویز کرنے سے انکار کر دیا۔ بدو پہلے تو خفا ہوا۔ پھر طبیب کی "جہالت" پر ہنسا اور کہنے لگا: "اپنی دوا اپنے ہی پاس رہنے دو۔ میری واپسی تک وہ اچھی ہو جائے گی!"

اسی طرح ایک اور بدو آیا۔ اُس کے شانے میں بندوق کی گولی لگی تھی اور جسم میں پیوست ہو کر رہ گئی تھی۔ اِس کی وجہ سے اُس کا داہنا ہاتھ بالکل بے کار ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب نے کہا گولی نکالنے سے پہلے جسم کے اِس حصے کو دواؤں سے سُن کر ڈالنا، پھر اُس پر عمل جراحی کرنا ضروری ہے۔ اِس پر بدو ہنسنے لگا۔ "واللہ" اُسنے کہا "میں جنت کی ہوا (یعنی بندوق کی گولی) ہی سے مروں گا۔ طبیب کے نشتر پر اپنی جان نہیں دوں گا!"

حیرت انگیز حواس

یقیناً ناظرین یہ سُنکر تعجب کریں گے کہ نجدی بدو یہی نہیں کہ ستاروں کی رہنمائی میں صحرار کی عظیم مسافتیں طے کرتے ہیں، بلکہ حیرت کی بات یہ ہے کہ آدھے دن کی مسافت پر سے آدمیوں کے باتوں کی آواز بھی سُن لیتے ہیں۔ درحقیقت اُن کی قوت سامعہ اور قوت باصرہ بہت ہی قوی ہے۔ صحرار کی پاک صاف زندگی نے اُن کے قویٰ کمزور ہونے نہیں دیئے ہیں۔ نہایت ہی ذکی الحس ہیں۔ بہت دُور کی آواز سُنتے اور بہت دُور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

تاریخ و سنین کا حساب

تاریخ کا حساب سرکاری کاغذات اور تجارت میں سنہ ہجری سے ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگ خصوصاً صحرار کے باشندے، قدیم عربوں کی طرح مشہور تاریخی واقعات سے حساب کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں فلاں واقعہ سنہ احسار کے دو برس بعد یا سنہ حجاز کے ایک برس بعد ہوا۔ سنہ احسار یا سنہ حجاز سے مقصود، اِن دونوں ملکوں کی فتح کا سال ہے اسی طرح دوسرے اہم واقعات سے تاریخ کا شمار شروع کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ حساب ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کبھی غلط فہمی واقع نہیں ہوتی۔ ہر شخص اہم واقعات اور اُنکے زمانوں سے واقف ہوتا ہے۔

زبان

نجد کی بولی، مصر اور شام کی بولیوں سے بہت کچھ مختلف ہے۔ اُن کا عربی لہجہ دوسرے ملکوں سے نمایاں اختلاف رکھتا ہے۔ یہ لوگ کاف کو ہمیشہ تاء مشدد سے بدل دیتے ہیں۔ "س، م" یہ دو حرف ایسے ہیں کہ بکثرت استعمال کئے جاتے ہیں اور بہت سے جملوں کے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جب بسم اللہ کہنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم"۔ کسی حکم پر اطاعت کا اظہار کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں "سم"۔ اگر کسی کو پکارو تو فوراً جواب دے گا "سم" یعنی میں نے سُن لیا۔

داڑھی

داڑھی کو نجد میں جو عزت حاصل ہے وہ کسی چیز کو بھی نہیں ہے۔ داڑھی منڈانے والے کو قریب قریب کافر سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ مصری داڑھی کو یہودیت کی علامت سمجھتے ہیں اور نجدی، اسلام کی، دو اسلامی قوموں کا یہ اختلاف ذوق یقیناً حیرت انگیز ہے۔

قبائل بنی صخر

نجد کے تمام قبائل، سعودی حکومت سے پہلے نہایت وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام کی تعلیمات سے بالکل ہٹ گئے تھے اُنکا دین تک سے جاہل ہو گئے تھے۔ کلمۂ شہادت کے سوا دین کی کوئی بات بھی نہیں جانتے تھے۔ لیکن سعودی فرمانرواؤں نے اُنھیں دین کی تعلیم دی اور شریعت حقہ کے اتباع پر مجبور کر دیا۔ آج نجد ہی دنیا میں ایسا ملک ہے جہاں اسلامی احکام پر سب سے زیادہ عمل ہوتا ہے۔

لیکن اِس کلیہ سے قبائل بنی صخر مستثنیٰ ہیں۔ یہ قبائل، شرق اردن سے ملحق نجدی سرحدوں میں آباد ہیں۔ یہ چونکہ حال ہی میں نجدی حکومت کے مطیع ہوئے ہیں، اِس لئے ان کی تعلیم و تربیت ابھی تک کچھ بھی نہیں ہو سکی ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ بالکل وحشی ہیں اور شاذ و نادر ہی اُن کا کوئی فرد، صحیح طور پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اُن کی عادتیں رسم و رواج اور طریق بود و باش بالکل وحشیانہ ہے۔ میں نے اِن کی ایک شادی بھی دیکھی۔ نکاح کا طریقہ اِن کے یہاں یہ ہے کہ ایک لمبی موٹی لکڑی لاکر مجلس میں رکھی جاتی ہے۔ اُس کا ایک سرا شوہر پکڑتا ہے اور دوسرا سرا لڑکی کے باپ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لڑکی کا باپ چلاکر کہتا ہے "وحیاۃ العود، والرب المعبود جوزت (؟) ابنتی" (قسم اِس لکڑی کی زندگی اور رب معبود کی کہ میں نے اپنی لڑکی بیاہ دی) اِس کے جواب میں شوہر کہتا ہے "تجوزت (؟) ابنتک" (میں نے تیری لڑکی سے شادی کر لی) بس نکاح ہو گیا!

سلطان ابن سعود سے آخری گفتگو

ریاض سے روانگی سے پہلے میں نے چاہا کہ سلطان عبدالعزیز بن سعود سے بعض اہم معاملات پر گفتگو کر دوں۔ سلطان نے انتہائی مہربانی سے میری درخواست منظور کر لی۔ بے تکلف ہو بیٹھے اور حسب ذیل بیان دیا:

"شاید صحرار کے باشندوں کی خشک طبیعت، بدوی معیشت، اور دینی تصلب سے آپ کو کچھ تکلیف ہوئی ہوگی۔ لیکن اِس میں اُن کا کوئی قصور نہیں ہے۔ صحرار کی زندگی نے اُنھیں ایسا ہی بنا دیا ہے وہ اپنی فطرت پر قائم ہیں۔ اور جان بوجھ کر کوئی شرارت نہیں کرتے۔ برخلاف اُن کے آپ نے مجھے اور میرے ارکان سلطنت کو بھی دیکھ لیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز متعصب نہیں ہیں۔ مسلمان تو ہمارے بھائی ہیں ہم غیر مسلموں سے بھی رواداری کا سلوک کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ سفراء دول سے طویل سیاسی گفت و شنید کرتے ہیں۔ بسا اوقات اُن کی بعض باتیں ہمارے خلاف مزاج ہوتی ہیں۔ مگر ہم کبھی غصہ کا اظہار نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت ملائمت اور معاملہ فہمی سے گفتگو جاری رکھتے ہیں۔

"میں اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس ذات برتر نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک ایسی قوم کو، جیسی یہ نجدی قوم ہے، اپنے بادشاہ کا حد سے زیادہ وفادار، جانثار اور محب بنا دیا ہے۔ یہ قوم مصیبت کے وقت اپنے بادشاہ کے گرد جمع ہو جاتی ہے۔ خطرے میں اُس کی حفاظت کرتی ہے۔ اُس پر قربان ہوتی ہے۔ کم پر قناعت کرلیتی ہے۔ شریفوں سے جنگ کے دوران میں ہماری قوم نے اپنے بادشاہ

کا جس ہمت و بسالت اور جانبازی سے بول بالا کیا ; وہ میرے قول کا بالکل تازہ ثبوت ہو"

"حجاز سے جنگ کا سبب کیا ہوا؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں" سلطان نے فوراً جواب دیا "میں بقسم کہتا ہوں کہ میں حجاز سے ہرگز جنگ کرنے کا خواہش مند نہ تھا۔ لیکن خود شریف حسین نے مجھے جنگ پر مجبور کردیا۔ اُسنے صرف یہی نہیں کیا کہ نجدی حاجیوں کے لئے مصیبت پیدا کردی، بلکہ دنیائے اسلام کے تمام حاجیوں کی زندگی خطرے میں ڈال دی تھی۔ ہم مدتوں یہ صورت حال صبر جمیل کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنا معاملہ خدا کے سپرد کردیا۔ مگر شریف حجاز کی سرکشی اور جرات برابر بڑھتی ہی چلی گئی۔ ہمنے بارہا نتائج بد سے ڈرایا! مگر اُنھیں ذرا بھی نصیحت نہ ہوئی۔ بلکہ اُلٹے اُن کا جبر و تکبر برابر زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ نہایت ہی تحقیر اور بے رحمی سے ہمیں ستانا شروع کردیا۔ آخر ہمارا بھی پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور ہم نے اپنی فوج حجاز کی طرف بڑھائی۔ آپ جب کبھی میری زبان سے لفظ "فوج" سنیں تو اُس سے یہی بہادر بدو قوم سمجھئے جو آپ اپنے گرد یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"ہم نے فوج کشی تو کردی مگر ہمیں پورا یقین تھا کہ ہماری غرض صرف حجاز کی ظالموں سے تطہیر، حجاج کے لئے قیام امن اور مسلمانوں کے جان و مال کی حمایت ہو۔ ہمیں ہرگز خیال نہ تھا کہ ہم حجاز فتح کرنے اور اپنی سلطنت و قوت بڑھانے جارہے ہیں۔

"ہم خوب جانتے تھے کہ اہل حجاز کی روایات اور عقائد ہماری روایات اور عقائد سے مختلف ہیں۔ اُس ملک میں قتل و سلب و نہب کے ایسے قوی جتھے موجود ہیں کہ اُن کا قلع قمع بہت مشکل ہو۔ وہاں کے باشندوں میں ویسی تبدیلی جیسی ہم نے نجدیوں میں کردی ہو، ناممکن سی نظر آتی تھی۔

"مزید برآں ہم سمجھتے تھے کہ حجاز کا قبضہ ہمارے لئے بے شمار مشکلات پیدا کردے سکتا ہو۔ بعض یورپین سلطنتوں کو ہمارے معاملات میں مداخلت کا موقعہ مل سکتا ہو۔ لیکن اِن تمام اندیشوں کے باوجود ہم نے حریف کی مبارزت طلبی کا جواب دیا اور میدان میں کود پڑے۔ چونکہ ہماری غرض اور نیت بالکل نیک تھی، اِس لئے ہم نے کسی اندیشے کی بھی پروانہ کی اور وہ کرنے پر آمادہ ہوگئے جسے ہم دیانتاً اپنا فرض سمجھتے تھے۔

"مجھے یقین ہو کہ اسی نیک نیتی نے ہمیں کامیاب کیا۔ یہ جنگ کچھ زیادہ دیرپا نہیں ہوئی۔ ایک ہی یلغار میں دشمن کا خاتمہ ہوگیا۔ شریف کی حکومت اچھی نہ تھی۔ تمام حجاز اُس سے نالاں تھا۔ یہی سبب ہو کہ باشندوں نے اُس کی ذرا بھی مدد نہیں کی۔ اسی قدر نہیں بلکہ ہر جگہ ہمارا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ اکثر جنگی نقطے ہمیں بغیر جنگ کے مل گئے۔

"ہم نے ابھی شریف اور شریفیوں کو بھگایا ہی تھا، اور باشندوں کو اپنے مقاصد سے آگاہ ہی کرنے پائے تھے کہ اُن کے اہل الحل والعقد نے جمع ہوکر ہم سے اُن کی بیعت قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ ہم نے بھی دیکھا کہ حجاز اور حرم بیت اللہ کی مصلحت اسی میں ہو کہ ہم بیعت قبول کرلیں اور حجاز پر دین الٰہی اور سنت نبوی کی حکومت قائم کردیں۔ چنانچہ ہم نے پورے غور و فکر کے بعد حجاز کی بادشاہت منظور کرلی"

"حجاز کے نظام حکومت میں اعلیٰ حضرت نے کیا تبدیلی کی ہو؟" میں نے دریافت کیا۔

"حکومت حجاز کا بنیادی نظام علیٰ حالہ قائم ہو" سلطان نے جواب دیا "ہم نے اُس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ حتیٰ کہ ہم نے وہ سابق عہدے دار بھی باقی رکھے ہیں جن میں دیانت و اخلاص کی صفات نظر آئیں۔ ہم نے جو کچھ تبدیلی کی ہو وہ صرف یہ ہو کہ شریف حسین کے من گھڑت قوانین اُٹھادئے ہیں اور اُن کی جگہ احکام شریعت قائم کردئے ہیں۔ تمام باشندوں نے یہ تبدیلی بڑی ہی مسرت سے قبول کی ہو، رہی یہ بحث کہ یہ تبدیلی مفید ہوئی یا مُضر؟ تو خود اپنی آنکھوں سے آپ حجاز میں اِس کا جواب دیکھ لیں گے۔ اسوقت سرزمین حجاز میں پورا پورا امن قائم ہوچکا ہو اور ہر طرح کی بدامنی اور شورش کا قطعی انسداد کردیا گیا ہو"

"اعلیٰ حضرت نے ابھی فرمایا کہ فتح حجاز سے بعض یورپین سلطنتوں کی مداخلت کا احتمال تھا۔ "بعض سلطنتوں" سے آپکی مراد کون سلطنتیں ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

سلطان نے جواب دیا:

"آپ جانتے ہیں کہ اکثر دول یورپ، خصوصاً انگلستان، اسلامی قوموں پر حکومت کررہی ہیں۔ یہ اپنے حجاج کی حمایت کے بہانے سے مداخلت کے موقعے نکال سکتی تھیں۔ لیکن میں مسرت کے ساتھ اِس واقعہ کا اظہار کرتا ہوں کہ اب تک کسی یورپین سلطنت نے اِس طرح کی جرأت نہیں کی ہو۔ میں برطانیہ کی خاص طور پر تعریف کروں گا کہ اُسنے معاملہ فہمی سے کام لیا اور کسی قسم کی مداخلت کا ارادہ ظاہر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہو دوستانہ تعلقات اُسی وقت تک قائم رہ سکتے ہیں جب تک باہمی احترام اور حقوق کی رعایت موجود ہو"

"خلافت کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی کیا رائے ہو؟ کیا اِس منصب کے لئے سعی مناسب نہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں اِس اہم مسئلہ میں اظہار خیال مناسب نہیں سمجھتا" سلطان نے مسکرا کر کہا "بہت سے اسباب ایسے موجود ہیں کہ میں اِس بارے میں گفتگو بہتر خیال نہیں کرتا۔ میری قوم کے سامنے کچھ شرعی امور و اعتبارات بھی موجود ہیں۔ آداب مجلس کا اقتضاء یہ ہو کہ میں آپکے سامنے*

*کوئی اظہار خیال نہ کروں۔ مسئلۂ خلافت، تمام عالم اسلامی کا مسئلہ ہو۔ تمام مسلمانوں ہی کو حق ہو کہ اُس پر غور کریں۔ مجھے اِس منصب کی ہرگز کوئی طلب نہیں ہو"

تاریخ و عبر

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ

عہد اُمیّہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس

تاریخ اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی دواعی و محرکات

(۲)

ہاشمی خلافت کی دعوت دو ممتاز دَوروں پر منقسم ہو:

پہلا دَور پُرامن دعوت کا ہو۔ یہ وہ وقت تھا جب اموی خاندان باہم متحد تھا، ابو مسلم خراسانی، ہاشمی دعوت میں شریک نہیں ہوا تھا، اور خراسانی فوج میں قومی عصبیت نے ظہور نہیں کیا تھا۔ ۲۷ سال تک یہ دَور قائم رہا۔ دوسرا دَور، قوت و تشدد کے ساتھ دعوت کا دَور ہو۔ اِسے دَور عمل کہہ سکتے ہیں۔ دونوں کی تفصیل حسب ذیل ہو:

دَور اوّل

(سنہ ۱۰۰ھ سے سنہ ۱۲۷ھ ہجری تک)

اِس زمانے میں مبلغ و داعی، خراسان کے علاقوں میں سوداگر بن کر دَورہ کرتے اور خفیہ دعوت پھیلاتے تھے۔ اُن کا مرکز کوفہ میں تھا۔ اپنی کارگزاریوں کی روداد وہاں بھیجتے تھے۔ کوفہ سے خبریں حمیمہ پہنچتی تھیں جہاں سرگروہ دعوت، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس مقیم تھے۔

خراسان میں سب سے پہلے اُن کا راز ۱۰۲ھ میں کھلا، قبیلۂ تمیم کا ایک شخص والی خراسان سعید بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا "یہاں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جو بُری باتیں کرتے ہیں"

سعید نے اُنھیں فوراً طلب کیا:

"تم کون ہو؟" اُسنے سوال کیا۔

"سوداگر" اُنھوں نے جواب دیا۔

"یہ تمھاری نسبت کیسی شکایت ہو؟" حاکم نے کہا۔

"ہمیں نہیں معلوم" اُن کا صاف جواب تھا۔

"تم کوئی دعوت لے کر آئے ہو؟" والی نے پوچھا۔

"ہمیں اپنی تجارت کی فکروں ہی سے چھٹی نہیں۔ دعوت کیا پھیلائینگے؟" اُنھوں نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

حاکم نے ضمانت طلب کی۔ ربیعہ اور یمن کے لوگوں نے آکر ضمانت کرلی۔

"ہم اِنھیں خوب جانتے ہیں" اُنھوں نے کہا "ہم اِن کی نیک چلنی کے ضامن ہوتے ہیں"

حاکم نے مطمئن ہوکر اُنھیں چھوڑ دیا۔

۱۰۵ھ میں اِس خفیہ انجمن کو ایک نئی قوت حاصل ہوئی۔ بکیر بن ہامان نامی ایک امیر کبیر اُس میں شامل ہوگیا اور اپنی تمام دولت اِس پر وقف کردی۔ اُسی اثنا میں کوفہ کا داعی اوّل میسرہ فوت ہوگیا۔ محمد بن علی نے نہایت دُور اندیشی سے اِس مرکز کے لئے ابن ہامان کو منتخب کیا اور اُس کے ذریعہ بہت فائدہ حاصل کیا۔

شیعان بن ہاشم پر پہلی مصیبت، اسد بن عبداللہ القسری کے ہاتھوں نازل ہوئی۔ یہ بنی امیہ کا خراسان میں والی تھا۔ سخت بے رحم اور سفاک تھا۔ جاسوسوں نے اُسے اِس گروہ کی خبر دی۔ چند آدمی گرفتار ہوئے اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُنھیں سولی پر چڑھا دیا۔ انہی میں ایک عمار العبادی بھی تھا۔ مگر وہ کسی طرح بچ نکلا اور کوفہ میں آکر بکیر بن ہامان کو یہ منحوس خبر سنائی۔ بکیر نے محمد بن علی کو

لکھا۔ محمد کا جواب حسب ذیل تھا:

"اُس خدا کا ہزار ہزار شکر جسنے تمھیں اور تمھاری دعوت کو عزت بخشی! ابھی تمھارے بہت آدمی قتل ہونا باقی ہیں!"

اسد بن عبد اللہ، شیعوں پر بہت سخت تھا۔ اپنی پہلی حکومت میں وہ جس قدر تشدد اُن پر کر سکا، کیا۔ معزول ہونے کے بعد جب دوبارہ والی (گورنر) ہوا تو اور بھی زیادہ ظلم و جور کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۱۸ ہجری میں اُسنے خراسان کے تقریباً تمام داعی گرفتار کر لئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے قید کر دیئے۔

شیعی دعوت کے نقبا و ائمہ: سلیمان بن کثیر، مالک بن الہیثم، موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریظ، خالد بن ابراہیم، طلحہ بن زریق وغیرہم جب اُس کے سامنے پیش کئے گئے تو بہت غضبناک ہوکر چلایا:

"اے فساق! کیا خدا نے فرمایا نہیں ہے کہ "گزشتہ کو اللہ نے معاف کیا۔ البتہ جو کوئی بدی کی طرف دوبارہ لوٹے گا، خدا اُس سے سخت انتقام لے گا"؟

سلیمان بن کثیر نے کہا "میں بولوں یا خاموش رہوں؟"

کہنے لگا "بول"

سلیمان نے کہا "واللہ ہماری مثال بالکل یہ ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

لو بغیر الماء حلقی شرق کنت کالغصان بالماء اعتصاری

پھر اُسنے کہا:

"اے امیر! آپ ہمارا قصہ جانتے ہیں؟ واللہ آپ بچھوؤں کو شکار کھلوا رہے ہیں۔ ہم آپ ہی کی قوم (یمن) کے آدمی ہیں۔ مضری ہمارے دشمن ہیں، کیونکہ ہم اُنکے ہم قوم قتیبہ بن مسلم (والی خراسان) کے سخت مخالف تھے۔ محض انتقام کے خیال سے اُنھوں نے ہم پر یہ تہمت لگائی ہے"

حاکم نے اِن کا جواب معقول سمجھا اور انھیں رہا کر دیا۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُسوقت قبائل کی عصبیت کس حد تک پہنچ چکی تھی؟ سنہ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبد اللہ نے انتقال کیا اور شیعوں نے اطمینان کی سانس لی۔

اِس کے بعد عالم اسلامی میں دو ایسے انقلاب پیدا ہوئے جنھوں نے شیعوں کے لئے کامیابی کی راہ باز کر دی اور اُن کے دشمن کی تباہی کا سبب بنے۔ اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) خاندان بنی اُمیہ میں ایسی پھوٹ پڑی کہ کسی طرح دُور نہ کی جا سکی۔ باہمی خانہ جنگی کا دروازہ یزید بن الولید بن عبد الملک بن مروان نے کھولا۔ یزید نے اپنے عم زادے ولید بن یزید بن عبد الملک کے خلاف سر اُٹھایا، اُسے فسق و فجور اور کفر و الحاد سے متہم کیا۔ ایک گروہ نے اُس کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہو گیا۔

اُس کی کامیابی دیکھ کر دوسرے طامعوں کے حوصلے بھی بڑھ گئے چنانچہ مروان بن محمد بن مروان مسند خلافت کی طرف بڑھا اور اُس پر متمکن ہونے کی جد و جہد شروع کر دی۔ مروان، جزیرہ اور ارمینیہ کا حاکم تھا۔ ایک بڑی فوج اُس کے ہاتھ میں تھی۔ مقتول ولید کے خون کا اُسنے دعویٰ کیا اور اپنی جنگی قوت سے خلافت پر قابض ہو گیا۔ مگر اُس کی کامیابی نے فتنہ و فساد کا استیصال نہیں کیا۔ بلکہ مزید فتنوں کے دروازے کھل گئے۔ یہ بات نہ تھی کہ بنی امیہ اِس خانہ جنگی کے مہلک نتائج سے بالکل غافل تھے۔ اُن کے عقلاء خوب سمجھتے تھے کہ یہ بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ اُن کا ایک شاعر کہتا ہے:

انی اعیذکم باللہ من فتن مثل الجبال تسامی ثم تندفع

لا تبقرن بایدیکم بطونکم فثم لا حسرۃ تغنی ولا ندم

مگر جب ایک مرتبہ فتنہ و فساد پھیل جاتا ہے تو آسانی سے دُور نہیں ہوتا۔

(۲) خراسان میں قومی عصبیت کا ظہور اور عرب قبائل کی باہمی منافرت میں ترقی۔ معلوم ہے عرب دو بڑی قسموں پر بنٹے ہوئے ہیں: قحطان اور نزار۔ عرب کی قدیم ریاست و سیادت، یمن یا قحطان کے ہاتھ میں تھی لیکن اسلام نے آکر نزار کو بلند کر دیا اور عربی زعامت اُن کے قبضہ میں آگئی۔ ایک مدت تک جاہلی عصبیت مفقود رہی۔ اسلام نے تمام عربوں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ لیکن جب فتنہ و فساد کی آندھیاں چلیں تو سیاسی اغراض سے امراء و حکام نے یہ عصبیت از سر نو زندہ کرنا شروع کی، اور وہ خراسان میں پُوری قوت سے زندہ ہو گئی۔

چنانچہ پہلے قحطانیوں اور نزاریوں میں پھوٹ پڑی۔ اول الذکر کا سرگروہ جدیع بن شبیب تھا اور آخر الذکر کا نصر بن سیار، والی خراسان۔ پھر خود نزاریوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ ربیعہ اور مُضر کی الگ الگ جماعتیں بن گئیں۔ ربیعہ کی اکثریت شیبان بن سلمہ حروری کے ساتھ تھی اور وہ خلافت سے باغی تھا۔

یہ اختلاف صرف، افکار و آرا کا اختلاف نہ تھا۔ اِس نے جنگ کی صورت اختیار کی۔ نزاریوں کو شکست ہوئی۔ قحطان غالب آئے۔ قحطانیوں نے نصر بن سیار کو ملک سے نکال دیا اور قبائل مُضر کے گھر گرا دیئے۔ اِسی پر ایک مضری عورت کہتی ہے:

لا بارک اللہ فی انثیٰ و غدبہا تزوجت مضریاً آخر الدہر

اِسی زمانہ میں محمد بن علی، امام شیعہ نے انتقال کیا۔ وفات سے پہلے اُنھوں نے اپنا جانشین اپنے بیٹے ابراہیم کو قرار دیا اور شیعوں کو اِس کی اطلاع دیدی۔ چنانچہ اب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے لئے دعوت شروع ہوئی۔

ابومسلم خراسانی

ابراہیم بن محمد زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُس کے بر سر دعوت آتے ہی ایک اولوالعزم اور بہادر نوجوان اُس کے زیر علم آگیا۔ اِس کا نام ابومسلم خراسانی تھا۔ اصل میں یہ شخص، عیسیٰ بن معقل عجلی کا غلام تھا۔ بکیر بن ماہان، کوفہ کے شیعی داعی اکبر نے اُسے خرید لیا اور شیعی تعلیم و تربیت پر اُس کی نشو و نما ہوئی۔ یہ سب سے پہلے سنہ ۱۲۵ھ میں محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اب ابراہیم بن محمد سے پوری طرح وابستہ ہو گیا۔

اس کے بشرے ہی سے عزم و حزم اور غیر معمولی ذہانت و شجاعت کے آثار ظاہر تھے۔ خراسان کے شیعوں کو ایک ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ کیونکہ عمل کے لئے زمین تیار ہو چکی تھی۔ بنی امیہ میں خانہ جنگی شروع تھی۔ خراسان میں عربی قبائل باہم کٹے مرتے تھے۔

ابراہیم بن محمد، بڑا ہی دانشمند تھا۔ اُس کی دُور بین نظریں ابومسلم پر پڑیں۔ فوراً معلوم کر لیا کہ اِس عجمی غلام میں کیسی محیر العقول قوتیں پنہاں ہیں۔ چنانچہ اُسے خراسان روانہ کر دیا، اور وہاں کے شیعوں کو حکم بھیجا کہ ابومسلم کی پُوری پُوری اطاعت کریں۔ کیونکہ میں نے اُسے خراسان کا حاکم مقرر کیا ہے۔

ابراہیم بن محمد نے ابومسلم کو رخصت کرتے ہوئے حسب ذیل وصیت کی تھی:

"اے عبد الرحمٰن! تو ہم اہل بیت ہی میں سے ایک آدمی ہے لہذا میری وصیت پر عمل کر۔ دیکھ قبائل یمن کی عزت کرنا۔ اُنھی میں اُترنا اُنھی پر بھروسہ کرنا۔ کیونکہ یہ معاملہ اُنھی کے ہاتھوں انجام پائیگا۔ قبائل ربیعہ سے بہت ہوشیار رہنا۔ یہ دغاباز لوگ ہیں۔ قبائل مُضر؛ آستین کے سانپ ہیں۔ ادنیٰ سے شبہ پر بھی اُنھیں قتل کر ڈالنا۔ ہرگز کوئی نرمی اُن کے ساتھ نہ کرنا۔ اگر تجھ سے یہ ممکن ہو کہ خراسان میں ایک زبان بھی عربی باقی نہ رہے تو ایک بھی باقی نہ رکھ۔ ۵ بالشت کے بچے پر بھی اگر تجھے شبہ ہو جائے تو فوراً قتل کر ڈالنا۔ سلیمان بن کثیر (خراسان کے داعی اکبر) سے ہمیشہ مشورہ لینا اُس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگر کوئی مشکل آپڑے تو اُسی کی رائے پر عمل کرنا"

ابومسلم سنہ ۱۲۸ھ میں خراسان پہونچا۔ یہاں عربوں کی حالت از حد زبوں ہو رہی تھی۔ اُسنے پوری عقل و دانش سے کام شروع کیا۔ ایک سال کے بعد وہ شیعوں کی ایک بڑی جماعت لے کر "امام" (ابراہیم بن محمد) کی ملاقات کو روانہ ہوا۔ لیکن راستہ ہی میں امام کا قاصد ملا "واپس جاؤ اور کام شروع کر دو" نیز امام نے ایک علم بھی بھیجا۔ اِس کا نام "رایۃ النصر" (فتح کا جھنڈا) تھا۔

دَورِ عمل

ابومسلم لوٹا اور مرو کے ایک گاؤں "سفیذنج" میں اُترا۔ یہاں اُسنے اپنے داعی ہر طرف پھیلا دیئے کہ شیعوں کو جمع کریں۔ چنانچہ ہر طرف سے لوگ جوق جوق آنا شروع ہو گئے۔ یہ رمضان سنہ ۱۲۹ھ کا واقعہ ہے۔

۲۵ رمضان کو اُسنے امام کا بھیجا ہوا "رایۃ النصر" بلند کیا۔ یہ چودہ گز بلند تھا۔ اُسوقت ابومسلم یہ آیت تلاوت کر رہا تھا "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا، وان اللہ علیٰ نصرہم لقدیر"! اُسنے اور اُس کے ساتھیوں نے سیاہ لباس پہن لیا جو بعد میں عباسیوں کا سرکاری لباس قرار پایا۔

پہلا کام اُسنے یہ کیا کہ گاؤں کے قلعہ کی مرمت کی اور اُسمیں مقیم ہو گیا۔ رمضان کے بعد عید الفطر آئی۔ ابومسلم نے اپنے لشکر میں نماز قائم کی۔ سلیمان بن کثیر کو امام بنایا اور حکم دیا کہ نماز بغیر اذان و اقامت کے خطبہ سے پہلے شروع کرے۔ بنو امیہ کا عمل اِس کے خلاف تھا۔ وہ خطبہ و اذان سے شروع کرتے تھے اور نماز کے لئے اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ نیز یہ حکم دیا کہ نماز میں مسلسل ۶ تکبیریں کہی جائیں، برخلاف بنی امیہ کے جو پہلی رکعت میں ۴ تکبیریں کہتے تھے اور دوسری میں تین تکبیریں۔ نماز کے بعد ابومسلم نے اپنی فوج کو پُر تکلف دعوت کھلائی۔

اِس کے بعد ابومسلم نے نصر بن سیار خراسان کے اموی والی کو خط لکھا۔ یہ خط، ابومسلم کی ذہانت، بلاغت، اور اولوالعزمی کا بہترین ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس میں ابومسلم نے خود کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ صرف قرآن کی یہ آیت لکھدی تھی۔ مگر اِس آیت نے وہ اثر پیدا کیا، جو بڑی سے بڑی تحریر بھی پیدا نہیں کر سکتی تھی:

ابومسلم کا خط یہ تھا:

"اما بعد، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک قوم کی مذمت میں فرمایا ہے: "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لئن جاءہم نذیر لیکونن اہدیٰ من احدی الامم، فلما جاءہم نذیر ما زادہم الا نفوراً، استکباراً فی الارض ومکر السیئ ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ، فہل ینظرون الا سنۃ الاولین؟ فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا"

نصر بن سیار سے اِس کے سوا کوئی جواب نہ بن پڑا کہ اپنے غلام یزید کی قیادت میں ایک بڑی فوج بھیجدی۔ ابومسلم نے مالک بن الہیثم خزاعی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام "آلین" میں پہلی جنگ برپا ہوئی مگر شیعہ فتح یاب ہوئے۔ دشمن کا سپہ سالار یزید زخمی ہو کر قید ہو گیا۔ ابومسلم نے اُس کا علاج کرایا۔ تندرست ہو جانے پر اُس سے کہا "یا تو ہماری دعوت میں شریک ہو جاؤ۔ یا اپنے آقا کے پاس پلٹ جاؤ، مگر اِس قسم کے ساتھ کہ ہم سے آئندہ نہ لڑو گے اور ہماری نسبت دروغ بیانی کرو گے۔ بلکہ ہماری حالت ہمیشہ وہی بیان کرو گے جو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو"

یزید نے واپسی پسند کی۔ نصر نے اُسے دیکھا تو بہت خفا ہوا۔

یزید نے کہا "انھوں نے مجھ سے قسم لے لی ہے کہ اُن کی بابت کوئی بات جھوٹ نہیں کہوں گا۔ واللہ میں نے اُنھیں اس حال میں دیکھا کہ پابندی اوقات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اذان دیتے ہیں۔ اقامت کہتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم کی محبت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر آپ میرے آقا نہ ہوتے اور آزاد کر کے مجھ پر احسان نہ کیا ہوتا تو واللہ میں اُنہی کے ساتھ رہتا اور ہرگز یہاں لوٹ کر نہ آتا!"

اس واقعہ کے بعد ابومسلم کو بہت طاقت حاصل ہوگئی۔ اب اُس کی فوج اتنی زیادہ ہوگئی تھی کہ سفیذنج میں گنجائش باقی نہ رہی مجبوراً وہاں سے ماخوان میں منتقل ہوگیا۔ اُس کی قلعہ بندی کی اور خندقیں کھود کر بیٹھ گیا۔ اسوقت اس کے پاس ۷ ہزار کی جمعیت تھی۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اُس زمانے میں خراسان کے عربوں میں تین عصبتیں یا جماعتیں قائم ہوگئی تھیں: یمنی، مضر، ربیعہ۔ ابومسلم نے اس باہمی پھوٹ سے خوب فائدہ اُٹھایا۔ اُسنے ان سب کو لڑا دیا۔ آہستہ آہستہ اُسے قوت حاصل ہوگئی حتیٰ کہ ۱۳۰ھ میں مرو پر بھی قبضہ کر لیا۔ وہ شہر میں اُسوقت داخل ہوا جبکہ علی بن جدیع اور نصر بن سیار دونوں سڑکوں پر لڑ رہے تھے۔ یہ آیت اُس کی زبان پر تھی: ودخل المدينة على حين غفلة من اهلها فوجد فيها رجلين يقتتلان، هذا من شيعته وهذا من عدوه!"

مرو پر قبضہ کرنے کے بعد ابومسلم نے خراسان کے تمام علاقوں پر حملہ شروع کر دیا۔ اُس کے مشہور سپہ سالار قحطبہ بن شبیب نے رے فتح کیا۔ رے کے بعد ہمدان، نہاوند، شہرزور، اور موصل فتح ہوئے۔ اب عراق کی باری آئی۔ قحطبہ سرزمین عراق میں داخل ہوگیا۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے اُس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی۔ اسی اثنا میں قحطبہ، شیعی سپہ سالار کا انتقال ہوگیا۔ اُس کا بیٹا حسن، جانشین ہوا اور یلغار کرتا ہوا محرم ۱۳۲ھ میں کوفہ پر قابض ہوگیا۔

اموی سپہ سالار ابن ہبیرہ نے واسط میں پناہ لی۔ حسن بن قحطبہ اُس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دوسرے شیعی سپہ سالار بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بیک وقت مختلف علاقوں پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ حمید بن قحطبہ، مدائن گیا۔ مسیب بن زہیر اور خالد بن برمک، دیر قنی کی طرف روانہ ہوئے۔ مہلبی اور شراحیل نے عین التمر پر حملہ کیا۔ بسام بن ابراہیم نے اہواز پر یورش کی۔ اور خود کوفہ کے داعی اکبر ابوسلمہ الخلال نے اپنا لشکر حمام اعین کے سامنے اُتار دیا۔

افشائے راز

خراسان و عراق میں یہ ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ مگر بنی امیہ بالکل غافل تھے۔ اپنی خانہ جنگی میں مشغول تھے۔ اُنھیں ابتک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ شیعہ کس شخص کی طرف دعوت دے رہے ہیں؟

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ محمد بن علی نے اپنے داعیوں کو حکم دیا تھا کہ کسی خاص آدمی کا نام دعوت میں نہ لیں، بلکہ تمام اہل بیت نبوی کی حمایت و نصرت کی طرف مخلوق کو بلائیں۔ چنانچہ بڑے بڑے رازدار و اہل اعتبار کے سوا کوئی شخص بھی اصلی راز سے واقف نہ تھا۔

اسی طرح ظاہر ہوا کہ مروان بن محمد اموی خلیفہ کو ابراہیم بن محمد (امام شیعہ) کا وہ خط حاصل ہوگیا جو اُسنے ابومسلم خراسانی کے کسی خط کے جواب میں لکھا تھا۔ اب خلیفہ خواب غفلت سے جاگا اور حاکم بلقار کو حکم دیا کہ حمیمہ پر حملہ کر کے ابراہیم بن محمد کو گرفتار کرلے اور دار الخلافہ بھیجدے۔ ابراہیم نے گرفتار ہوتے وقت اپنے بھائی ابوالعباس سفاح کے حق میں امامت کی وصیت کردی اور اُسے پورے خاندان کے ساتھ کوفہ چلے جانے کا حکم دیا۔

ابراہیم، حران کے قید خانہ میں بند کیا گیا۔ اور وہیں فوت ہو گیا۔ مورخین میں اختلاف ہے کہ ابراہیم کو زہر دیا گیا تھا، یا اُس پر گھر کی چھت گرا دی گئی تھی؟ بہرحال یہ یقینی ہے کہ وہ قتل کیا گیا۔

ابراہیم کا خاندان، ماہ صفر ۱۳۲ھ میں کوفہ پہونچا۔ اُسوقت شیعی تحریک کا سرگروہ ابوسلمہ خلال تھا اور "وزیر آل محمد" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اسنے ابراہیم کے خاندان کو کوفہ کے ایک محلے میں چھپا دیا اور ۴۰ دن تک کسی شخص کو بھی اُن کی خبر نہ دی۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ابوسلمہ نے عباسیوں کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ارادہ کر لیا تھا کہ اُن سے کٹ کر علویوں سے مل جائے۔ چنانچہ اُسنے خاندان علیؑ کے تین سرداروں: حضرت جعفر صادق بن محمد الباقر، عبداللہ المحض بن حسن بن حسن، اور عمر الاشرف بن زین العابدین (علیہم السلام) کے پاس خطوط بھیجے۔ قاصد سے کہا پہلے حضرت جعفر صادق کے پاس جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کرلیں تو باقی دونوں خط ضایع کردے۔ اگر انکار کریں تو عبداللہ المحض کے پاس جائے۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو آخر میں عمر الاشرف سے ملے۔

جعفر صادق نے قاصد کو دیکھ کر کہا:

"مجھے ابوسلمہ سے کیا سروکار؟ وہ تو کسی اور کا حامی ہے"

"آپ خط تو پڑھیے" قاصد نے کہا۔

"چراغ قریب لاؤ" امام جعفر نے اپنے خادم سے کہا۔

چراغ لایا گیا اور حضرت جعفر صادق نے خط اُس سے لگا کر جلا دیا۔

"آپ کچھ جواب دیں گے؟" قاصد نے کہا۔

"جواب تو تم نے دیکھ لیا" اُن کا صاف جواب تھا۔

قاصد مایوس ہو کر حضرت عبداللہ المحض کے پاس گیا۔ اُنھوں نے خط لے لیا اور فوراً حضرت جعفر صادق کے پاس دوڑے آئے:

"یہ ابوسلمہ کا خط ہے" عبداللہ المحض نے کہا "مجھے خلافت قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہمارے خراسانی طرفداروں کی یہی خواہش ہے"

"خراسانی، تمھارے کب سے طرفدار بنے ہیں؟" حضرت جعفر صادق نے کہا "کیا تم ہی نے ابومسلم کو وہاں بھیجا تھا؟ اُن میں سے کسی ایک آدمی کا نام بھی تمھیں معلوم ہے؟ کسی ایک کی بھی صورت دیکھی ہے؟ وہ کیسے تمھارے طرفدار ہو سکتے ہیں، حالانکہ نہ وہ تمھیں جانتے ہیں، نہ تم اُنھیں جانتے ہو؟"

"یہ گفتگو شاید کسی خاص وجہ سے آپ کر رہے ہیں؟" عبداللہ نے سوال کیا۔

"خدا جانتا ہے کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی اپنے اوپر فرض سمجھتا ہوں پھر تم سے نصیحت میں کیونکر بخل کروں گا؟" حضرت جعفر صادق نے جواب دیا "یہ خیال خام چھوڑ دو۔ یہ سلطنت کسی اور ہی کو ملے گی تم سے پہلے اسی مضمون کا خط مجھے بھی پہنچ چکا ہے"

اس گفتگو کے بعد عبداللہ المحض نے بھی انکار کر دیا۔

آخر میں قاصد عمر بن زین العابدین کے پاس پہنچا۔ اُنھوں نے سنتے ہی جواب دیا:

"میں خط والے کو نہیں جانتا، جواب کیسے دوں؟"

اس اثنا میں ابوسلمہ کے سپہ سالاروں کو اُس کی نیت پر شبہ ہوا ساتھ ہی ابراہیم بن محمد کے خاندان کی کوفہ میں موجودگی کا بھی پتہ چل گیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے نکلکر کوفہ پہنچے۔ ابوالعباس کو ابوسلمہ کی نظربندی سے نکالا اور بیعت خلافت اُس کے ہاتھ پر کی۔ مجبوراً ابوسلمہ کو بھی بیعت کرنی پڑی۔ مگر ابوالعباس اُس سے کدر ہو گیا تھا

ابوالعباس کا خطبہ

۱۳ ربیع الاول روز جمعہ کو ابوالعباس نے جامع مسجد میں نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ صلعم کی قرابت پر فخر کیا۔ خلفاء راشدین کی تعریف کی۔ بنی حرب اور بنی مروان (بنی امیہ) کے ظلم و جور کی مذمت کی۔ اور کہا:

"اے اہل کوفہ! میں امید کرتا ہوں کہ جس راہ سے تمھیں بھلائی پہنچ چکی ہے، اُس سے تم پر کبھی برائی نہ آئے گی (یعنی اہل بیت نبوی) اور جس راہ سے برائی آچکی ہے، اُس راہ سے کبھی بھلائی نہ آئے گی (یعنی بنی امیہ) ہم اہل بیت کا والی و حامی، اللہ بزرگ و برتر ہی ہے۔ تم اے اہل کوفہ! ہماری محبت کے مورد ہو۔ ہماری دوستی کے اہل ہو۔ تم وہ ہو، جو ہماری محبت سے کبھی برگشتہ نہیں ہوئے۔ ظالموں کا ظلم تمھارے دل ہم سے نہ بدل سکا۔ یہاں تک کہ تم نے ہمارا زمانہ دیکھ لیا اور خدا ہماری سلطنت تمھارے لئے لے آیا۔ پس ہمارے حسن سلوک کے تم سب سے زیادہ مستحق ہو۔ میں نے تمھارے وظیفوں میں سو سو درہم کا اضافہ کر دیا ہے۔ تم تیار ہو جاؤ، کیونکہ میں "سفاح" ہوں ...."

ابوالعباس، "سفاح" کے لقب سے اسی خطبہ کے بعد مشہور ہوا۔ کیونکہ اُس نے خود اپنے مُنہ سے اپنے کو "سفاح" کہا تھا۔

اُس زمانے میں ابوالعباس کو کھانسی کی شکایت تھی۔ خطبہ ختم ہونے سے پہلے ہی اُسے کھانسی آنے لگی اور تقریر نہ کر سکا۔ فوراً اُس کا چچا داؤد بن علی منبر پر چڑھ گیا۔ وہ عباسیوں میں سب سے زیادہ فصیح تھا۔ اُسنے کہا:

"واللہ ہم اس لئے نہیں اُٹھے ہیں کہ مال و دولت جمع کریں، محل بنائیں، عیش و عشرت کریں۔ ہم صرف اس وجہ سے اُٹھے ہیں کہ ہمارا حق سلب ہوگیا تھا۔ ہمارے عم زادوں پر ظلم ہوتا تھا۔ تمھاری حالت جور و ستم نے زبوں کر دی تھی۔ ہم اپنے بستروں پر ہوتے تھے مگر تمھاری مصیبتیں یاد کر کے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہماری پیٹھ کے نیچے انگارے بچھے ہیں۔ بنی امیہ نے تمھیں ہلاک کر ڈالا۔ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا۔ تمھارے صدقے، تمھاری خیراتیں، مال غنیمت میں تمھارے حصے سب ضبط کر لئے۔ ہم نے بہت برداشت کیا۔ مگر بالآخر مجبور ہوگئے اور تمھاری حمایت و حفاظت پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم تم سے اللہ کے نام پر، رسول کے نام پر، اور عباس کے نام پر عہد کرتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بموجب حکومت کرینگے۔ سنت رسول اللہ کے مطابق سلوک کرینگے ..

.... اے اہل کوفہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمھارے اس منبر پر دو ہی خلیفہ کھڑے ہوئے ہیں: ایک امیر المومنین علی بن ابی طالب اور دوسرا امیر المومنین عبداللہ بن محمد (یہ کہکر ابوالعباس کی طرف اشارہ کیا) یقین کرو یہ معاملہ (خلافت) برابر ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گا، یہاں تک کہ اُسے عیسیٰ بن مریم صلوات اللہ علیہ کے حوالہ کر دیں!"

نماز کے بعد سفاح نے لوگوں سے بیعت لی۔ رات تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

بیعت لے کر خود سفاح، لشکر میں چلا گیا اور کوفہ کی حکومت اپنے چچا داؤد بن علی کے سپرد کی۔

آخری مقابلہ

اب فیصلہ کن کارروائی کا وقت آگیا تھا۔ خود خلیفہ مروان بن محمد کی مرکزی قوت پر غالب آنا تھا۔

اُدھر مروان بھی غافل نہ تھا۔ وہ ایک فوج گراں لے کر حران سے موصل پہنچ گیا۔ ابوالعباس نے اپنی فوج کی قیادت اپنے چچا عبداللہ بن علی کے سپرد کی۔ دونوں فوجوں میں دریائے زاب پر بہت ہی سخت جنگ ہوئی۔ لیکن مروان کو شکست ہوگئی۔ حالانکہ اُس کے ساتھ ایک لاکھ ۲۰ ہزار شام کی منتخب فوج تھی۔ عبداللہ نے اُس کا پورا لشکر تباہ کر ڈالا۔ یہ واقعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲ھ کا ہے۔

مروان بھاگ کر حران میں پہونچا۔ یہاں اُس کا بھتیجا ابان بن یزید

بریدِ شرق

مکتوبِ مصر

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم قاہرہ کے قلم سے)

سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر

مصر میں اسوقت مرحوم زغلول پاشا کے ذکر کے سوا کوئی ذکر اہمیت نہیں رکھتا۔ قوم اب تک ماتم کر رہی ہے اور نہیں معلوم کب تک کرتی رہے گی۔ پچھلے ہفتہ ایک مفصل مکتوب، اُن کی وفات پر ارسال کر چکا ہوں۔ لیکن یہ عظیم شرقی رہنما ایک مکتوب سے زیادہ ہماری توجہ کا مستحق ہے۔ میں چاہتا ہوں آج مرحوم کی سیاسی زندگی پر ایک سرسری نظر ڈالوں۔

زندگی کی پہلی مہم

سعد پاشا کی پوری زندگی، غیر معمولی شجاعت و جرأت کے کارناموں سے لبریز ہے۔ اُنھوں نے ابتدائی تعلیم و تربیت، جامع ازہر میں پائی۔ ازہر اُن کے زمانے میں۔ اور اب تک۔ مصر کی سب سے بڑی اور طاقتور تعلیم گاہ ہے۔ اُس کی حالت اگرچہ مدت سے زبوں ہے، مگر کم آدمی نکتہ چینی کی جرأت کر سکتے ہیں۔ سعد نے یہی نہیں کیا کہ آغاز عمر ہی میں ازہر کی علی الاعلان مذمت کی، بلکہ انتہائی شجاعت سے، اس تعلیم گاہ اور اُس کی جملہ خصوصیات سے علیحدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے ازہر کا لباس ترک کر دیا اور جدید وضع کا لباس اختیار کر کے ازہر کی جماعت سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے۔ یہ اُن کی زندگی کی پہلی مہم تھی اور بہت سخت تھی۔

عجیب جرأت

سرکاری ملازمت کے زمانے میں اُنھوں نے کبھی حکام کی خوشامد نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ اُن سے ایک طرح کی مخاصمت جاری رہی۔ وہ اطاعت اور خوشامد چاہتے تھے۔ اِن کی غیور طبیعت اس کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ حتیٰ کہ وزارت کے عہدے پر پہنچنے کے بعد ایک مرتبہ خود عباس حلمی پاشا، خدیو مصر سے سخت تکرار ہو گئی۔ انھوں نے ایک لائحہ عمل طیار کیا تھا۔ خدیو نے اُسے پسند نہیں کیا۔ دونوں میں بحث شروع ہو گئی خدیو نے خفا ہو کر غصہ سے میز پر ہاتھ مارا۔ سعد کا بلا پس و پیش جواب یہ تھا کہ اُنھوں نے بھی میز پر گھونسہ مار دیا، اور اتنی آواز بلند ہوئی کہ مصر کے فرمانروا کے گھونسے سے بھی بلند نہ ہوئی تھی۔

وکالت کا پیشہ

وکالت کا پیشہ بھی اُنھوں نے اسی طرح اختیار کیا۔ وہ باضابطہ وکیل نہ تھے۔ تاہم اُنھوں نے اپنی شجاعت و جرأت سے کام لیا اور اس پیشہ میں خلاف قاعدہ داخل ہو گئے۔ حکومت نے مخالفت کی مگر وہ سب مخالفتوں پر غالب آ گئے اور وکیل بن بیٹھے۔ اس کے بعد ان کی قانونی قابلیت کی وہ دھوم ہوئی کہ عدالت عالیہ کے جج مقرر ہوئے پھر محکمۂ عدالت کے وزیر بنائے گئے۔

لارڈ کرومر کی پیشین گوئی

اُن کی یہی جرأت و شجاعت دیکھ کر لارڈ کرومر نے پیشین گوئی کی تھی "آئندہ، سعد زغلول، مصر کے سب سے بڑے آدمی اور سیاسی رہنما بنیں گے" واقعات نے یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت کر دی۔

سیاسی زندگی کا آغاز

سعد پاشا کی زعیمانہ سیاسی زندگی، درحقیقت، فروری ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب جنگ عمومی کی ہولناکیوں نے برطانیہ کو شیر ببر کی کھال اُڑھا دی تھی۔ وہ ہیبت و دبدبہ تھا کہ کسی کو نظر اُٹھانے کی بھی جرأت نہ رہی تھی۔ خصوصاً مصر میں جہاں جنگی قانون نافذ تھا اور برطانیہ نے غاصبانہ ملک کا الحاق کر لیا تھا۔ مگر سعد زغلول نے منبر عام پر کھڑے ہو کر انتہائی شجاعت سے بانگ دہل انگریزی قبضہ کے خلاف آواز بلند کی، اور مصر کی موجودہ سیاسی بیداری کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرحوم نے اپنی اس پہلی سیاسی تقریر میں کہا تھا:

"ہمارا ملک خود مختار ہے۔ ۱۸۴۰ء کے معاہدۂ لندن میں اُس کا اعتراف کیا جا چکا ہے۔ جنگ کے زمانے میں جو سیاسی تبدیلی کی گئی ہے، اس کا ذکر بالکل بے کار ہے۔ کیونکہ تمام علمار قانون کا متفقہ فیصلہ ہے کہ "حمایۃ" (پروٹیکٹوریٹ) کا وجود اُسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک قوم دوسری قوم سے اُس کی حمایت میں رہنے کی خواہش کرے لہٰذا وہ ایک سمجھوتہ یا عہدنامہ ہے جس میں ایجاب قبول، ضروری شرط ہے۔ لیکن مصر میں اس طرح کی کوئی بات کبھی پیش نہیں آئی، اور نہ قیامت تک کبھی پیش آ سکتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں برطانیہ نے از خود "حمایۃ" کا اعلان کر دیا۔ لیکن مصر نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لہٰذا یہ حمایۃ، سراسر باطل ہے۔ ہرگز برقرار نہیں رہ سکتی"

اس تصریح نے ایک طرف برطانوی حلقوں کو سخت برہم کیا۔ دوسری طرف مصری قوم میں حق طلبی کی نئی روح پیدا ہو گئی۔ چنانچہ سیاسی جد و جہد کا آغاز ہوا اور وہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم تحریک بن گئی۔

برطانیہ کی تخویف

پہلے تو برطانیہ، تخویف و تہدید کو کافی سمجھتا رہا۔ لیکن جب اُسے یقین ہو گیا کہ سعد پاشا ڈرنے والے نہیں ہیں، تو اُس کے ظلم و قہر کی قوتوں میں حرکت ہوئی اور آخری کارروائی کرنے پر تل گئی۔

چنانچہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو جنرل کلاٹین نے فیلڈ مارشل جنرل الین بائی، برطانوی سپہ سالار اعظم کا حسب ذیل حکم سعد پاشا کو تحریراً پہنچایا:

"جنگی قانون کے بموجب اس حکم کے ذریعہ سعد پاشا زغلول کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ عام تقریروں سے پرہیز کریں۔ عام جلسوں میں شریک نہ ہوں۔ مصری وفود سے ملاقات نہ کریں۔ اخبارات میں مضمون نہ لکھیں۔ کوئی سیاسی کام نہ کریں۔ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً قاہرہ سے چلے جائیں اور اپنے دیہات کے مکان میں قیام کریں۔ ... کا سرکاری افسر اُن کی نگرانی کرے گا"

سعد پاشا کا جواب

زغلول پاشا کا جواب قابل دید ہے۔ اُنھوں نے لکھا:

"فیلڈ مارشل الین بائی کا حکم مجھے پہونچا۔ مگر یہ حکم سخت ظالمانہ ہے۔ اُس کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی۔ میں اپنی پوری قوت سے اُس پر صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔

"چونکہ قوم نے مجھے اپنا وکیل بنایا ہے تاکہ اُس کی خود مختاری کی کوشش کروں، اس لئے اُس کی قوت کے سوا کسی دوسری قوت کو کوئی حق نہیں کہ اس مقدس فرض سے دست بردار ہونے پر مجھے مجبور کرے۔

"لہٰذا میں بدستور اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے موجود رہوں گا۔ ظالمانہ قوت جو کچھ بھی کر سکتی ہے، کر گزرے۔ ہم مضبوط دل اور ٹھنڈے ضمیر کے ساتھ اُس کے مقابلہ کے لئے طیار بیٹھے ہیں۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں: ہماری جائز کوششوں کے خلاف جتنا بھی تشدد کیا جائے گا وہ ملک کو اُس کی منزل مقصود سے اور بھی زیادہ قریب کر دے گا۔ ملک کی منزل مقصود بجز کامل آزادی کے کچھ نہیں ہے!"

گرفتاری اور جلا وطنی

اس جواب کے پہنچتے ہی برطانی حکام نے مرحوم کو اور اُن کی جماعت کے دو ممبر اور دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔

اس تاریخی واقعہ کا ذکر خود مرحوم نے جلا وطنی سے واپس آ کر ۲۲ دسمبر ۱۹۲۳ء کی تقریر میں کیا ہے۔ بہتر ہے ہم اُنھی کی زبان سے

بقیہ مضمون صفحہ ۱۶

بن محمد حاکم تھا۔ لیکن عبداللہ اُس کے تعاقب میں تھا۔ حبیب بن مرۃ کو وہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ ابان نے عبداللہ کی اطاعت قبول کر لی اور بغیر کسی جنگ کے یہ علاقہ عباسیوں کو مل گیا۔

مروان، قنسرین پہونچا۔ عبداللہ نے وہاں بھی پیچھا کیا۔ قنسرین سے حمص، حمص سے دمشق آیا۔ مگر عبداللہ نے پیچھا نہ چھوڑا۔ دمشق میں ایک مختصر سی لڑائی ہوئی اور دار الخلافہ بھی عباسیوں کے قبضہ میں آ گیا۔

دمشق سے مروان علاقہ اردن گیا۔ پھر فلسطین میں پناہ ڈھونڈھی مگر نہ ملی۔ آخر فسطاط (مصر) کا رخ کیا۔ فسطاط سے ایک دور افتادہ گاؤں "بوصیر" میں جا کر چھپ گیا۔

عبداللہ اب بھی تعاقب پر سرگرم تھا۔ مگر ابو العباس کا حکم پہونچا کہ صالح بن علی کو اس مہم پر روانہ کر دے اور خود آگے نہ بڑھے۔ چنانچہ صالح بن علی، مصر پہونچا اور پتہ لگا کر بوصیر میں مروان کو قتل کر ڈالا مروان کے قتل نے مشرق میں اموی خلافت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور بنی عباس کی خلافت قائم ہو گئی۔ تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری میں پیش آیا تھا۔

سَیَن۔ اُنھوں نے کہا،

"دو سال پہلے ٹھیک اسی تاریخ میں اندھی قوت نے حق پرستوں کی جائے امن میں دست درازی کی۔ میرا گھر ہر طرف سے مسلح فوج نے گھیر لیا۔ تمام کمروں اور دَرجوں میں بندوقیں اُٹھائے سپاہی گھس پڑے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر مورچے قائم کر دئے۔ پھر ہتیار بند فوجی افسر میرے خاص کمرے میں در آئے۔ میں اپنے بستر پر غافل سو رہا تھا۔ مجھے نہایت دہشت ناکی کے ساتھ جگایا گیا اور لباس پہننے سے بھی پہلے گرفتار کر لینا چاہا۔ میں نے انکار کیا اور اطمینان سے کپڑے پہنے۔ پھر مجھے نیچے اُتار لائے۔ میرے گرد بندوقوں اور سنگینوں کا ہجوم تھا۔ میری بیوی میرے پیچھے دَوڑ رہی تھی۔ مجھ سے ملنا چاہتی تھی۔ مگر اُسے روک دیا گیا۔ صلیب احمر کی ایک بھدی گاڑی پر مجھے بٹھایا گیا۔ اور گاڑی روانہ ہوئی۔ ایک بڑا جنگی مظاہرہ میرے ساتھ تھا۔ مسلح موٹریں آگے تھیں۔ مسلح موٹریں پیچھے تھیں۔ ہر طرف سے بندوقیں جھکی ہوئی تھیں۔ اُن کے استعمال کے لئے ادنیٰ سی ادنیٰ بات کا انتظار تھا۔ یہ تمام کارروائی بالکل اچانک ہوئی۔ مجھے پہلے سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ کسی قانون کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ کوئی تحریری حکم پیش نہیں کیا گیا۔ قوت نے اپنی سرکشی اور جبروت کا پورا پورا اظہار کرنا چاہا اور کر دیا"

ہندوستان کو شرم آنی چاہیے!

مرحوم کو گرفتار کر کے کہاں لے گئے؟ یہ اظہار میرے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔ یقیناً آپکے تمام غیور قارئین اُسے شرمناک خیال کرینگے۔ مصر کا یہ جلیل القدر رہنما گرفتار کر کے سوئیس کی ہندوستانی چھاؤنی میں بھیجا گیا تھا۔ ہندوستانی خیموں میں رکھا گیا تھا۔ ہندوستانی سپاہیوں کی حراست میں بند کیا گیا تھا!

لیکن اس کے باوجود مرحوم نے کبھی ہندوستان کو بُرا نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ ہندوستان کی تحریک آزادی سے ہمدردی ظاہر کی۔ ہندوستانی لشکر میں پہنچنے کا حال مرحوم نے یوں بیان کیا:

"مجھے سوئیس لے گئے۔ مگر ایک ایسے راستہ سے جو بالکل غیر آباد تھا۔ حتیٰ کہ کہیں پانی تک دستیاب نہ ہوتا تھا۔ میں بہت بھوکا تھا۔ کھانے کا کوئی سامان بھی ساتھ لینے کی اجازت نہ تھی۔ خوش قسمتی سے ایک ہندوستانی افسر کو ترس آیا اور اُسنے ایک روٹی اور پنیر کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا مجھے دیا۔ دن بھر کی میری غذا بس یہی تھی!

"۵ بجے شام کو میں ہندوستانی لشکر میں پہنچایا گیا۔ یہاں فوجی افسر نے مجھے اپنی حراست میں لے لیا اور ایک پھٹے ہوئے خیمے میں اُتارا۔ رات بھر گرم ہوائیں خیمہ کے سوراخوں سے اندر پہنچتی تھیں اور جھلسائے ڈالتی تھیں۔ میں اُس رات مجبور ہوا کہ اپنے دن ہی کے لباس میں سو جاؤں کیونکہ کوئی دوسرا کپڑا ساتھ نہ تھا۔

"لیکن الحمد للہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ میں ہمیشہ صرف دو ایک گھنٹہ موٹر کی سیر سے تھک جایا کرتا تھا۔ مگر اُس وقت میں بالکل نہیں تھکا۔ اللہ نے میری مدد کی اور ایک ایسی قوت بخشی کہ یہ تمام سختیاں برداشت کر گیا۔

"دوسرے دن میرے پانچوں رفقاء مصیبت بھی پہنچ گئے۔ مجھے نہایت مسرت ہوئی، کیونکہ وہ سب مطمئن تھے اور برطانیہ کی اس طفلانہ حرکت پر ہنستے تھے۔ ۲۹ دسمبر تک ہم ہندوستانی لشکر ہی میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ اُسی دن عشاء کے وقت ہمیں حکم ملا کہ نصف گھنٹے کے اندر سفر کے لئے طیار ہو جاؤ۔ ہمیں طیاری ہی کیا کرنی تھی؟ ہم تو ہر وقت طیار تھے۔ ہمارا طیار ہونا، صرف اُٹھ کھڑا ہونا تھا۔

"ہم قیدیوں کی بند گاڑی میں سوار کئے گئے۔ ساحل پر پہنچے۔ یہاں ایک کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ اُس پر سوار ہوئے اور جہاز میں پہنچ گئے۔ جہاز ہندوستانی سپاہیوں سے لبریز تھا۔ یہاں ہمیں معلوم ہوا کہ عدن جا رہے ہیں۔ ۴ جنوری کو عدن پہنچے۔ ۲۸ فروری کو سیشل پہنچائے گئے۔ پھر مجھے جبل طارق بھیج دیا گیا جہاں ۳ ستمبر سے ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء تک برابر قید رہا۔

"ہم نے یہ تمام مدت، قید خانوں اور قلعوں میں گزاری۔ دنیا بھر سے الگ کر دئے گئے تھے۔ کسی کو بھی ہمارے قریب آنے کی اجازت نہ تھی۔ حتیٰ کہ ورزش اور چہل قدمی کے لئے بھی اجازت لینی پڑتی تھی۔ ہماری تمام خط و کتابت دیکھی جاتی تھی اور شاذ و نادر ہی منزل مقصود تک پہونچائی جاتی تھی ... لیکن یہ تمام بندشیں اور سختیاں بالکل بے کار گئیں۔ کیونکہ ہمارے دلوں میں کوئی کمزوری پیدا نہیں ہوئی۔ ہم اپنی ناقابل برداشت مصیبتوں پر خوش ہوتے رہے۔ ہر مصیبت ہمیں یاد دلا دیتی تھی کہ ہمارا مقصد کیسا شریف اور غایت کیسی نبیل ہے!"

سعد پاشا کے خطوط اپنی حرم کے نام

ذیل میں سعد پاشا کے دو خط ملاحظہ ہوں۔ یہ خط اُنھوں نے جلا وطنی سے اپنی حرم محترم کو بھیجے تھے:

"ہندوستانی لشکر (سوئیس)

"۲۸ دسمبر ۱۹۲۱ء

"عزیزتی!

"تمھارا ۲۷ دسمبر کا خط پہونچا۔ اگرچہ یہ فراق مجھ پر بہت شاق ہے اور ملاقات کی بے حد تمنا ہے۔ لیکن میں نے بُردت تمھارے سفر کے التواء کو پسند کیا۔ مجھے اُس وطنی شعور پر فخر ہے جسنے یہ مصیبت تم پر آسان کر دی، حالانکہ میں جانتا ہوں، تمھارے لئے بالکل ناقابل برداشت تھی۔ میرے ابنائے وطن تمھاری اس قربانی کے ہر طرح مستحق تھے۔ ہمارا یہ فراق کتنا ہی المناک ہو مگر ہمیں پوری ثابت قدمی اور صبر و شکر کے ساتھ اِسے برداشت کرنا چاہئے۔ نتیجہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

"عبد اللہ خادم بھی پہنچ گیا۔ مہذب مخلص نوجوان ہے۔ انگریزی جانتا ہے۔ میرے خوش رکھنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کی بیوی کا ہر طرح خیال رکھنا۔

"میری تندرستی، اچھی ہے۔ کئی خط تمھیں بھیج چکا ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم تک پہنچنے نہیں دئے گئے۔ اگر یہی بات ہے تو اس سے مقصود ظلم میں زیادتی ہے۔ حالانکہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بہرحال میں تمھاری تندرستی اور خوشی کا متمنی ہوں"

دوسرا خط

"عدن۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

"عزیزتی!

"دعا ہے کہ تم اور ہمارا پورا خاندان بخیر و عافیت ہو۔ الحمد للہ ہم اچھے ہیں۔ صرف یہی ایک غم ہے کہ تمھارے خطوط نہیں پہنچے۔ میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ تم لکھتی نہیں۔ تم ضرور لکھتی ہو، کیونکہ بغیر لکھے رہ نہیں سکتیں لیکن یہ قوت تمھارے خط روک لیتی ہے۔ اس سے ہمیں تکلیف ضرور ہے مگر خود اس قوت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ یقین کرو، میں بھی ہر ہفتہ دو خط لکھتا ہوں۔ اگر تمھیں کوئی خط نہ پہونچا ہو تو سمجھ لو یہ میری خطا نہیں، اسی قوت کی شرارت ہے۔

"ہمیں عربی اخبار نہیں ملتے۔ کبھی کبھی فرانسیسی اور انگریزی اخبار دئے جاتے ہیں، مگر بہت پرانے۔ ایک اخبار میں مصری قوم سے تمھاری یہ درخواست نظر سے گزری کہ میری تندرستی کے لئے دعا کی جائے۔ میں اس پر بہت خوش ہوا کہ مصر میں تمھارے جیسے بلند ہمت لوگ موجود ہیں، اور ایسے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں۔ خدا سے دُعا ہے کہ ہماری اُمیدیں بر لائے اور ہماری حالت درست کر دے۔ والسلام"

مرحوم کی شخصیت

مرحوم کی شخصیت، نہایت طاقتور تھی۔ بخ کی صحبتوں میں بھی یہ شخصیت آدمی کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔ معمولی گفتگو کے بعد ہی فوراً یقین ہو جاتا تھا کہ یہ شخص، اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ عقل کا مالک ہے۔ ایک عجیب عظمت اُن پر سایہ فگن رہتی تھی۔ کوئی شخص بھی مرعوب ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔

ابوی شفقت

قدرت نے سعد کو کوئی اولاد نہیں دی۔ مگر اُن میں ابوی شفقت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھی۔ تمام کم عمروں کے ساتھ اُن کا برتاؤ بالکل ایسا تھا، جیسا باپ کا اپنے بچوں سے ہوتا ہے۔ اُن کا یہ قول بہت مشہور ہے جو اُنھوں نے اپنی بیوی سے کہا تھا "اولاد نہ ہونے پر غم نہ کرو، کیونکہ خدا نے ہمیں ۱۴ ملین بچے عنایت کئے ہیں!"

روشن خیالی

سعد ہمیشہ روشن خیال رہے۔ جمود و تقلید کا اُن پر کبھی بھی قبضہ نہیں ہوا۔ وہ اپنے زمانے سے برابر آگے رہے۔ سید جمال الدین افغانی نے مصر میں جو اجتماعی و سیاسی حرکت پیدا کر دی تھی، اُس میں یہ فوراً داخل ہو گئے، حالانکہ کم عمر تھے۔ قاسم امین نے حقوق نسواں کے لئے آواز بلند کی یہ اس جد و جہد میں بھی پیش پیش تھے۔ وکالت سے لیکر وزارت تک جملہ منصبوں اور عہدوں میں ان کی اصلاح پسندی اور روشن خیالی کی یادگاریں اب تک موجود ہیں۔

قدرت الٰہی پر یقین

سعد پاشا کی پوری زندگی ایسی مثالوں سے لبریز ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قدرت الٰہی پر غیر معمولی یقین و ایمان رکھتے تھے سخت سے سخت مصیبتیں پڑیں، مگر وہ کبھی ناامید نہ ہوئے اور ہمیشہ خدا کی ذات پر بھروسہ کئے رہے۔ اُن کی تقریریں ایسے جملوں سے کبھی خالی نہیں ہوتی تھیں جن میں یہ یقین و ایمان ظاہر نہ کیا گیا ہو۔ اُن کی ایک تقریر کے چند جملے مجھے یاد ہیں۔ اُنھوں نے کہا:

"ہمیں بشارت ہو کہ ہم حق پر ہیں، حق کے لئے کوشاں ہیں، حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اور معلوم ہو کہ خدا حق پرستوں کا عمل رائیگاں نہیں کرتا"

"خدا نے ہمیں یہ دیکھنے کا عادی بنا دیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے، مصیبتوں میں ہماری دست گیری کرتا ہے۔ مصیبت جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے اُتنا ہی زیادہ منزل مقصود سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق پر مضبوطی سے جمے رہیں اور ثابت قدمی سے مصائب برداشت کرتے رہیں۔ خدا صابروں کے ساتھ ہے!"

مطالعہ اور گفتگو

مرحوم کو کتابوں کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ کبھی اُن کا ہاتھ کتاب سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ عربی تقریر و تحریر میں وہ اپنی نظیر ہی نہ رکھتے تھے۔ لیکن عربی زبان کا دائرہ، اُن کی وسیع عقل و دماغ کے لئے ناکافی تھا۔ لہذا اُنھوں نے ۴۰ سال کی عمر میں فرانسیسی زبان پڑھی اور اس طرح پڑھی کہ اس کے ماہر بن گئے۔ پھر ۶۰ برس کی عمر میں جرمن اور انگریزی زبانیں سیکھیں۔

گفتگو کے بھی وہ بڑے دلدادہ تھے۔ بلکہ اس فن میں عجیب مہارت رکھتے تھے۔ ایسی دلچسپ گفتگو ہوتی تھی کہ کبھی جی گھبرا نہیں سکتا تھا۔ ظرافت و بذلہ سنجی گویا خمیر میں داخل تھی۔ بہت صاف گفتگو کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ الگ الگ بولتے تھے۔ اس طرح بولتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا زبان سے نہیں دل سے بول رہے ہیں۔

معمولات

اُن کی زندگی بہت منضبط تھی۔ ہر کام وقت پر ہوتا تھا۔ صبح ۶ بجے بیدار ہوتے تھے۔ غسل کرتے تھے۔ ناشتہ تناول کرتے تھے اور مطالعہ میں

بصائر و حکم

ماہ ربیع الاول کا اختتام

اور واقعۂ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ!

تاریخ نوع عالم کی عظیم ہستیاں اور داعی لا الہ الا اللہ کی عظمت!

(مقتبس)

دنیا، قدیم سے عظیم انسانوں کی عظمت پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ اپنے خیال کے مطابق مظاہر عظمت کی گوناگوں عبادتیں کرتی ہے لیکن ہر مظاہر عظمت کا تخیل حد درجہ متبائن ہے۔ ایک تخیل دوسرے تخیل سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہر فرد اور ہر گروہ اپنا اپنا ذوق اور اپنی اپنی نظر رکھتا ہے۔ وکل حزب بما لدیہم فرحون!

حکمرانی و فرمانروائی میں عظمت ہے۔ بادشاہ و حکام اُسپر ایمان لائے ہیں۔ حریص اور طماع اُس کی عبادت کرتے ہیں!

مال و دولت میں عظمت ہے۔ دولتمند اُسپر ایمان رکھتے ہیں۔ دل و دماغ کے ساقط اُس کی پرستش کرتے ہیں!

اہل علم و حکمت کی بھی ایک عظمت ہے، اور اُس کے پجاری بھی موجود ہیں!

حُسن میں بھی عظمت ہے اور اُس کے پرستاروں کی بھی کمی نہیں!

طاقت جسمانی میں بھی عظمت ہے۔ عظیم قد و قامت کے انسانوں کے سامنے ہمیشہ انسانوں کا سر جھک گیا ہے!

اسی طرح ہر فن اور ہر صنعت میں عظمت ہے، اور اپنے معتقد اور پرستار رکھتی ہے۔

شاید کوئی بھی اُس مبہم اور مضطرب مفہوم کی تحدید نہیں کر سکتا جس کا نام لوگوں نے "عظمت" رکھ چھوڑا ہے۔ لیکن اسپر بھی وہ قدیم سے دنیا کے لئے ایک بڑا فتنہ رہا ہے۔ ہر شخص اُسے غرض و غایت قرار دیتا ہے۔ اُس کے لئے جد و جہد کرتا ہے، اُسے انسانوں کے مراتب تولنے کی میزان سمجھتا ہے۔

اگر عظمت کا فتنہ اور عظمار کی عبادت موجود نہ ہوتی تو انبیاء کرام کے ذکر پر کسی کے لئے روا نہ ہوتا کہ اُنھیں عظیم قرار دینے کی بحث کرے اس لئے کہ انبیاء و رسل علیہم الصلوۃ والسلام کی شان اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ انسانی عظمت کی عام صفوں میں ان کی جگہ ڈھونڈی جائے۔ یہ صفیں جسمانی کبریائی کے دھوکوں اور مادی بڑائیوں کی ضلالت اندیشیوں سے اس درجہ پست ہو چکی ہیں کہ انسانیت اعلیٰ کے مظاہر علو و رفعت کے لئے ان کی طرف نظر بھی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفعت اور بھی بلند ہے۔ اس ذات اعظم و اکمل نے اس کے سوا کچھ قبول ہی نہیں کیا کہ تمام انسان، کنگھی کے دانتوں کی طرح بالکل برابر ہو جائیں۔ نہ عربی کو عجمی پر، اور نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز ہو۔ اُسنے کہہ دیا، سب آدمی ہم رتبہ ہیں سب آدم کی اولاد ہیں، اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ اُسنے قبول نہیں کیا کہ انسان میں دو قسمیں ہوں: عظیم اور غیر عظیم۔ اُس کی نظر میں خوش حال اور بدحال، فقیر اور بادشاہ، سب برابر درجہ کے آدمی تھے۔

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس ارضی عظمت پر ایمان نہیں رکھتے تھے جس کے فتنہ نے دنیا کو مفتون بنا رکھا ہے۔ یہ عظمت، درحقیقت بلند نفسوں کے لئے ذلت اور رب العالمین کی جناب میں شرک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظمار کی پرستش کے لئے نہیں آئے تھے اگرچہ ساری دنیا نے اُن کی پوجا کی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی ساخت کی یہ عظمت کسی انسان کے لئے بھی تسلیم نہیں کی اور نہ اپنی ذات ہی کے لئے پسند کی حالانکہ وہ اُن کے اختیار میں تھی۔ یہ عظمت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ سرنگوں سامنے آئی۔ اُن کے قدموں پر لوٹی، مگر اُنھوں نے اُس سے منہ پھیر لیا، اور اُس میں ذرا بھی رغبت ظاہر نہ کی۔ خدا نے اختیار دیا کہ عبدیت کے ساتھ نبی ہوں، یا بادشاہت کے ساتھ نبوت لیں۔ زمین کے خزانوں کی کنجیاں سامنے ڈال دی گئیں۔ تاج و تخت کی ساری شوکتیں جمع کر دی گئیں۔ مگر اُنھوں نے عبدیت پسند کی غربت اختیار کی۔ اُن کی روح مقدس و مطہر کی خوشی اسی میں تھی کہ فقیری میں زندہ رہیں، فقیری میں دنیا سے جائیں، فقیروں ہی کے زمرے میں اُٹھائے جائیں:

وراودتہ الجبال الشم من ذہب عن نفسہ فاراہا ایما شمم!

جو لوگ بادشاہت اور اس کی عظمت کے پجاری ہیں انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بادشاہ تھے، نہ اُنھوں نے بادشاہ ہونا گوارا کیا۔ اگر لامحالہ اُنھیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بادشاہ ہی قرار دیا جائے تو اُن کی بادشاہت کیا تھی؟ زیادہ سے زیادہ ایک سنگلاخ جزیرہ۔ جزیرۃ العرب! قیصر کی قیصریت اور کسریٰ کی کسرویت کے مقابلے میں اس جزیرہ کی بادشاہی کوئی بڑی بادشاہی نہیں ہو سکتی۔

جو لوگ مال و جاہ دنیوی کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، وہ دیکھ لے سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مال و دولت سے تہی دست تھے۔ اُن کی دولتوں کا خزانہ، اُن کا فقر و فاقہ تھا!

جو لوگ دنیا کے عظیم سپہ سالاروں اور فاتحوں کے جاہ و جلال کے لئے نگاہ ادب اور دل عظمت سرا رکھتے ہیں، انھیں مایوس ہونا چاہئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی جنگی فتح مکہ کی فتح تھی جو اُس عہد میں بھی دنیا کا ایک گمنام اور حقیر قریہ تھا!

جو لوگ دنیا کے فلاسفہ، حکما، اور موجدین کی عظمتوں سے آشنا اور اُن کی رفعتوں کے پرستار ہیں، اُنکے لئے یہ خبر نئی خبر نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ دنیا کا صناعی لکھنا پڑھنا نہ تو اُنھوں نے سیکھا تھا اور نہ کسی نے اُنھیں سکھانے کی جرأت کی تھی۔

کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی مادی یادگار چھوڑی جو مصر کے اہرام کی سی عظمت رکھتی ہو؟ کوئی شہر بنایا جس کی عظمت قسطنطنیہ کے برابر ہو؟ تم نے اُن کی تعریفیں، سنگی لاٹوں پر کہیں کندہ دیکھیں؟ کوئی ایک شہر بھی اُن کے نام پر آباد کیا گیا؟ کوئی ایک سڑک بھی اُنکے نام پر بنائی گئی؟ اسکندر کے نام پر اسکندریہ اور قسطنطین کے نام سے قسطنطنیہ آباد ہوا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ایک بالشت زمین بھی پکاری نہیں گئی!

⁂

ہرگز نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، خیالی اور فانی عظمت رکھنے والوں میں سے نہ تھے۔ اُن کی تاریخ لکھنے والوں کو اُن کی عظمت ان حقیر مظاہر عظمت میں تلاش نہیں کرنی چاہئے، اگرچہ دنیا انہی مظاہر پر مری مٹتی ہے۔

جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جویا ہو، اُسے اُن کی عظمت صرف ایک کلمہ میں مل سکتی ہے جو وہ لائے تھے۔ اُسی کلمہ میں اُن کی پوری عظمت قائم ہے۔ اُسی کلمہ کے دس بارہ حرفوں کے اندر ان کی عظمت باقی و سرمد اور ازل ہے۔

وہ کلمہ کیا ہے؟

"لا الہ الا اللہ!"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۹)

منہمک ہو جاتے تھے۔ دس بجے دفتر میں آکر بیٹھتے تھے اور ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ایک یا دو بجے دوپہر کا کھانا کھاتے تھے۔ کبھی تنہا نہیں کھاتے تھے۔ دسترخوان پر ہمیشہ دوستوں کا مجمع رہتا تھا۔ کھانے کے بعد ایک گھنٹہ باتیں کرتے تھے۔ پھر ۵ بجے شام تک آرام کرتے تھے۔ پھر دفتر آتے تھے اور ایک گھنٹہ کام کر کے تفریح کو نکلتے تھے۔ تفریح میں ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف نہیں کرتے تھے۔ واپسی پر پھر مطالعہ کرتے تھے۔ ۸۔۹ بجے رات کا کھانا کھاتے تھے۔ کھانے کے بعد پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ مجلس ایک گھنٹہ سے زیادہ دراز نہیں ہوتی تھی۔ دس بجے کے قریب چارپائی پر چلے جاتے تھے، اور مطالعہ کرتے کرتے سو جاتے تھے۔ عموماً ۸ گھنٹے سے زیادہ نہیں سوتے تھے۔

مال و دولت کی عظمت، جاہ و عزت کی عظمت، حکومت و سلطنت کی عظمت، علوم و فنون کی عظمت، ہر طرح اور ہر نوع کی دنیاوی اعزاز کی عظمت، اِن میں سے کوئی عظمت بھی، بلکہ یہ تمام عظمتیں مِل کر بھی، اُس عظمت کو نہیں پہنچ سکتیں، جو لاالہ الا اللہ میں پنہاں ہے!

دنیا کے تمام قارون، تمام سکندر، تمام ارسطو، دنیا کے تمام بادشاہ، تمام فلاسفہ، کیا وقعت رکھتے ہیں، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کلمۂ لاالہ الا اللہ کا ذکر کیا جائے؟

یہ ایک کلمہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں، جملہ عظمتوں سے بڑھ کر عظیم تھا۔ اُس کی عظمت کے آگے دنیا اور دُنیا کے تمام زخرفات و تسعات ہیچ تھے!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا میں آئے اور یہ کلمہ اُس کے سامنے پیش کیا۔ مگر دنیا اُس کی قدر جان نہ سکی۔ صرف ایک کلمہ تھا۔ لیکن وہ ایک ہی کلمہ، دنیا سے ٹکرایا، اور اُس میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اُس وقت کے انسانی آداب و عادات اُس کے متحمل نہ ہوئے۔ لہذا آداب و عادات کے پرستار اُس سے لڑنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اوہام و خرافات نے اُسے قبول نہ کیا۔ لہذا اوہام و خرافات کے پجاری اُس سے دست بگریباں ہو گئے۔ ظلم و استبداد کی طبیعت نے اُس سے کراہت کی لہذا ظلم و استبداد کے طاغوت اپنی جملہ قوتیں لے کر اُس پر دَوڑ پڑے!

صرف یہی ایک کلمہ تھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی۔ اُس کی قوت سے بادشاہوں کے جتھوں، دولتمندوں کے جتھوں، عوام و خواص کے جتھوں — تمام انسانوں کے جتھوں سے جنگ کی!

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے گئے۔ لیکن اُن کا کلمہ دنیا میں باقی رہ گیا اور دُنیا میں اپنی ناممکن التسخیر قوت قاہرہ سے اپنا راستہ بناتا رہا! وہ اب بھی باقی ہے۔ اب بھی گام زن ہے۔ اب بھی مستعد مقابلہ ہے۔ اب بھی جنگ سے منہ موڑنے والا نہیں۔ مگر کیسی جنگ؟ ایسی جنگ، جس میں اُسے آجتک کبھی شکست نہیں ہوئی! جسم و آلات کی جنگ نہیں، حقیقت و معنی کی جنگ! خون کی آرزومند جنگ نہیں، زندگی کی کارفرما جنگ!

⁂

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا کلمۂ لاالہ الا اللہ، دو حالتوں سے خالی نہیں: یا تو اُن کا یہ کلمہ حق ہوگا یا باطل ہوگا۔

اگر یہ کلمہ باطل ہے — حالانکہ وہ باطل نہیں ہے — تو عالم وجود سے اُسی طرح محو ہو جائے گا جس طرح تمام باطل کلمے اور غلط نظریے محو ہو گئے۔ علم حق اور عقل صادق کی روشنیوں کے سامنے سے اُسی طرح غائب ہو جائے گا، جس طرح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ظلمت شب کافور ہو جاتی ہے۔

لیکن اگر وہ حق ہے — حالانکہ وہ حق ہے — تو علم و عقل حق کے انوار اُس کے لئے اِس دنیا میں اور بھی زیادہ کشادہ راستے کھول دیں گے۔ تاکہ وہ تمام جہان پر چھا جائے۔ مشرق و مغرب پر قبضہ کر لے۔ تمام دلوں میں اُتر جائے۔ کالے، گورے، عرب، عجم، عالم، جاہل، امراء، فقراء سب اُس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں!

وہ دن ضرور آنے والا ہے جب صرف علم حق ہی کی سلطنت ہوگی جاہلوں کی جہالت، متعصبوں کا تعصب، وہم پرستوں کے اوہام مدعیانِ علم باطل کے ظنون، سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ وہ دن ضرور آنے والا ہے جب ایک عقل صادق و حقیقت اندیش ہی کی حکومت ہوگی۔ عقل انسانی تمام بندشوں سے آزاد ہو جائے گی اُس کا پرجلال تخت، علم حق کی روشنی میں بچھے گا۔ اُس دن حق باطل سے الگ ہو جائے گا۔ طیب اور خبیث میں اشتباہ باقی نہیں رہ ہوگا

صرف وہی تعلیم انسانیت کے سامنے آنے کی جرأت کر سکے گی جو کارسازِ فطرۃ کی حقیقی اور بے میل تعلیم ہوگی!

حق و باطل کا فیصلہ نہ صلیبیوں کی تلواریں کر سکیں نہ مجاہدین کی شمشیریں۔ حق و باطل کا فیصلہ نہ پادریوں کے کارخانوں سے ہو سکتا ہے، نہ پیشوایانِ دین کے خود ساختہ دعووں اور مرعوب کُن دلیلوں سے۔ نام نہاد علم و دانش کی روشن خیالیاں، اور مقدس جمود و تقلید کی راسخ الاعتقادیاں، یہ تمام چیزیں۔ گھر کے نمود سے زیادہ نہیں ہیں جو علم حق کے نُور کے دیکھتے ہی فنا ہو جائے گا۔ محض ایک غوغا ہے۔ علم حق کا مہیب نعرہ بلند ہوتے ہی، سکونِ موت میں تبدیل ہو جائے گا۔ اُس وقت عقل صادق کا سلطانِ عظیم، نورانی تاجِ علم سر پر رکھے حریت کے پرچم اُڑاتا، جلال ربانی کے ساتھ نمودار ہوگا، اور جہل و ظلمت کے تمام بت سرنگوں ہو جائیں گے!

کلمۂ لاالہ الا اللہ کی کامل فتحمندی میں صرف اتنی ہی دیر باقی ہے کہ علم و عقل حق کے بندھن ٹوٹیں، اور یہ دونوں جبروتی قوتیں جہل و غرور کی چٹانیں پاش پاش کر کے پھینک دیں۔

ہاں، صرف اتنی ہی دیر باقی ہے۔ کیونکہ دنیا کی آنکھوں پر اُس وقت تک جہل و وہم کے کثیف پردے پڑے ہیں۔

ہاں: وہ مبارک دن ضرور آنے والا ہے جب تنہا علم و عقل حق کی فرمانروائی ہو جائے گی۔ علم و عقل حق کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔ اُس دن، صرف اُسی دن، خدا حق و باطل میں فیصلہ کرے گا۔ طیب کو خبیث سے الگ کر دے گا۔ سچائی کا بول بالا ہوگا۔ منکروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُس دن کلمۂ لاالہ الا اللہ زمین کی خشکیوں اور تریوں پر سربلند چلے گا۔ فتح کا نشان اُس کے آگے ہوگا۔ ایک طرف سے اُس کا عرش علم کے کاندھے پر ہوگا، دوسری طرف سے عقل دوش بردار ہوگی۔ اُس دن سارا جہان بآنگ دہل چلا دے گا "لاالہ الا اللہ!"

ہر عظمت زائل ہو جانے والی ہے۔ ہر عظیم، ہلاکت کی تاریکیوں میں گم ہو جانے والا ہے۔ مگر کلمۂ لاالہ الا اللہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہی اِس جہان فانی کی تنہا ابدیت ہے۔ وہ نہ تو کبھی زائل ہوگا نہ کبھی ہلاک ہوگا۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کی بنیاد، حق ہے، لہذا اُس میں حق کی قوت اور ثبات ہے۔ وہ ایک ایسی عظمت ہے جس کا ستون، الوہیت ہے، لہذا اُسے الوہیت کا خلود و ابدیت حاصل ہے۔ زمین بدل جائے گی۔ آسمان بدل جائے گا۔ نظام کون بدل جائے گا۔ تمام ایجادیں فراموش ہو جائیں گی۔ تمام قوتیں نابود ہو جائیں گی تمام فلسفے مٹ جائیں گے۔ تمام دانائیاں غائب ہو جائیں گی۔ صرف ایک ربّ ذوالجلال والاکرام باقی رہ جائے گا۔ اُس کی ابدیت باقی رہ جائے گی۔ اور اِس لئے کلمۂ لاالہ الا اللہ بھی باقی رہ جائے گا!

اُس دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پُورا ہو جائے گا۔ تمام مخلوق صدق دل سے گواہی دے گی "اشہد اَنّ محمداً رسول اللہ!"

سعد پاشا زغلول کے اقوال

"حمایۃ"

"انگریز کہتے ہیں' تم ہماری غلامی میں نہیں، ہماری حمایۃ (پروٹیکٹریٹ) میں ہو۔ یہ الفاظ وہ اِس لئے بولتے ہیں کہ اُن کے خیال میں مصری الفاظ سے خوش ہوتے ہیں اور معانی پر غور نہیں کرتے۔ لیکن یہ اُن کا خیال غلط ہے۔ اب ہم معانی دیکھتے ہیں، الفاظ کی پروا نہیں کرتے۔ ہم آزادی اور کامل آزادی چاہتے ہیں، اگرچہ تم اُس کا نام غلامی ہی رکھ دو۔ ہم الفاظ کے پجاری نہیں ہیں۔ ہم معانی کے طلبگار ہیں۔ ہمیں صرف آزادی، کامل آزادی مطلوب ہے"

ٹائمس کا نامہ نگار

"حضرات! آپ لندن ٹائمز کو جانتے ہیں؟ انگریزی حکومت کی زبان۔ گمراہی پھیلانے کا آلہ۔ لندن ٹائمز کا نامہ نگار میرے پاس آیا اور کہنے لگا:

"آخر یہ تمام شور و غل کیوں ہے؟ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"کچھ نہیں صرف آزادی" میرا جواب تھا۔

"لیکن مصر تو آزاد ہی ہے" نامہ نگار نے کہا۔

"کیا انگلستان اِسی قسم کی آزادی اپنے لئے پسند کریگا؟" میں نے سوال کیا۔

"آپ لارڈ کرزن سے کیوں گفت و شنید منظور نہیں کرتے؟" اُس نے پوچھا۔

"ہم شیطان سے بھی گفت و شنید کرنے پر آمادہ ہیں" میں نے کہا: "بشرطیکہ وہ ہماری آزادی تسلیم کر کے گفتگو کرے"

یہ سن کر نامہ نگار نے رخصت کی اجازت چاہی!"

طالب علموں سے خطاب

"عزیزانِ من! میں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اُن پاک روحوں کا سلام قبول کرتا ہوں جنھوں نے اپنے خون سے مستقبل تحریر کر دیا ہے۔

"میں پورے سرور و انبساط سے زندوں کا سلام قبول کرتا ہوں اپنے اُن فرزندوں کا جو موجودہ تحریک کا ستون ہیں۔ وہ کون ہیں؟ عزیزو! وہ تم ہو، تم جو نوجوان ہو، ملک کی زندہ روح ہو، متحرک نبض ہو۔

"میں پورے سکون سے یہ عزت قبول کرتا ہوں کہ ایک ایسی قوم کا سردار بنوں جو چوپایوں کی زندگی بسر کرنے سے انکار کرتی ہے جو اصول و مبادی پر زندہ ہے۔ اشخاص کی پوجاری نہیں ہے۔

"مجھے فخر ہے کہ ایک ایسی قوم کا سردار ہوں جو زندہ، حساس اور پُرامید ہے۔ جس کی امیدوں کا مرکز، آزادی، کامل آزادی ہے۔

"میں تم سے عہد کرتا ہوں، ایسا عہد جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، کہ اپنی پُوری زندگی تمھارے لئے کامل آزادی کی کوشش میں صرف کر دوں گا۔ اگر کامیاب ہوا، تو سبحان اللہ، ورنہ تم میرا نا تمام کام پُورا کرنا یہ میری وصیت ہے۔

"تمھاری جیسی فوج کے سپہ سالار کے لئے روا نہیں کہ کمزور ہو، ضعیف الارادہ ہو، بددیانت ہو۔ ہم پر حرام ہے کہ ایسی بات قبول کریں جس میں تمھاری ذلت ہے۔ ہمارے لئے جرم ہے کہ ایسی بات منظور کریں جو کامل آزادی سے کم درجہ ہے"

جلا وطنی

"زغلول جلا وطن کر دیا گیا، حالانکہ زغلول، مصری قوم کا محض ایک فرد ہے۔ مصر میں لاکھوں زغلول موجود ہیں، اور زغلول کی طرح آزادی کی راہ میں مصائب برداشت کر سکتے ہیں۔ مصر کی تحریک آزادی کچلنے کے لئے ایک زغلول کو نہیں، تمام مصریوں کو جلا وطن کر دینا چاہئے"

مصنوعی آزادی

"کہتے ہیں یہ معاہدہ، مصر کی کامل آزادی کا معاہدہ ہے۔ اگر میں بھی اِس معاہدہ کو کامل آزادی کا معاہدہ کہنے لگوں، تو ابھی برطانیہ کی نظر میں محبوب بن جاؤں اور برطانی اخبار کل ہی سے نعرے لگانا شروع کر دیں "زندہ باد سعد!" لیکن میں غلامی کو آزادی نہیں کہہ سکتا: یا تو میں مجنون ہوں کہ آزادی کو غلامی کہتا ہوں، یا وہ مجنون ہیں کہ غلامی کو آزادی کہتے ہیں لیکن میں مجنون نہیں ہوں، کیونکہ تم کہتے ہو میں تمھارا سردار ہوں!" (قہقہہ)

جامع الشواہد

طبع ثانی

مولانا ابو الکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب و ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہے؟

۱۹۱۹ء میں جسقدر نسخے چھپے تھے، مدرسۂ اسلامیہ رانچی کو دے دیئے گئے تھے جو بہت جلد ختم ہوگئے۔ اب مصنف کی نظر ثانی کے بعد دوبارہ لیتھو میں چھپی ہے۔ ۱۲؍ (منیجر الہلال کلکتہ)

حیرت انگیز رعایت

پندرہ روپے کی تین گھڑیاں
صرف دس روپے میں
محصول ڈاک اور پیکنگ بھی معاف

آپ کے لئے + آپ کے کمرہ کے لئے + بیوی کے لئے

قابل بیگم گولڈن رسٹ واچ	ریلوے ریگولیٹر پاکٹ واچ	مشہور عالم ٹائم پیس جرمن میڈ

نئے نئے فیشن کی خوشنما فینسی پاؤڈر ٹائم جاپانکی ہی چیز: مع اسٹراپ سات روپیہ آٹھ آنہ ۷؍۸ محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس	مکمل سلور کیس خوبصورت مضبوط ٹائم نہایت صحیح بتانیوالی قیمت: صرف پانچ روپے آٹھ آنے (۵؍۸) محصول ڈاک و پیکنگ منی آرڈر فیس	دیکھنے میں خوبصورت چال کا اچھا پرزوں کا مضبوط ٹائم کا سچا۔ بیحد سستا قیمت دو روپے محصول ڈاک پیکنگ منی آرڈر فیس

یہ تینوں گھڑیاں اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو صرف دس روپے میں بھیجی جائیں گی یہ رعایت محض مال کی نکاسی اور فرم کی شہرت کی وجہ سے ہے اور یہ رعایت اسی وقت تک رہیگی جب تک یہ گھڑیاں اسٹاک میں رہینگی اسکے بعد تعمیل کے ذمہ دار نہ ہونگے آپ فوراً ہی آرڈر بھیجدیں ایسا نہ ہو کہ اسٹاک ختم ہوجائے اور آپ کی فرمایش کی تعمیل نہ ہوسکے۔

نوٹ۔ ایک یا دو گھڑیوں کے خریدار کیلئے کوئی رعایت نہیں ہے۔ اُن سے پوری قیمت مندرجہ چارج کیجائے گی۔ اور محصول ڈاک و پیکنگ وغیرہ بھی ان کو ادا کرنا ہوگا +

ملنے کا پتہ: امریکن واچ ہوس۔ ایسٹ اینڈ ویسٹ واچ کمپنی ۸۳ مقام دہلی

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاؤنٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم" قلم ہے؟

---

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونے کی وجہ سے خراب نہیں ہوسکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہے

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سُرخ اور سُنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجئے

یاد رکھئے

جب آپ کسی دوکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا

"لائف ٹائم"

لینا

چاہیئے!

یاد رکھئے

موسم گرما کا نایاب تحفہ

صرف ہمدرد دواخانہ سے ملیگا

شربت رُوح افزا ۲۹۳ع (رجسٹرڈ)

جو تقریباً ۲۰ سال کے عرصہ میں اپنی بے شمار خوبیوں کی وجہ سے اسم بامسمیٰ ہوکر بلاتفریق مذہب عام ہردلعزیزی و شرف مقبولیت حاصل کرکے نہ صرف ہندوستان بلکہ ممالک غیر تک شہرت حاصل کرچکا ہے اور جس کو چشم بد (حریص) سے محفوظ رکھنے کے لئے تمام ہندوستان کے واسطے رجسٹرڈ بھی کرالیا گیا ہے۔

محترم ناظرین! آپ میں جو اصحاب اس کا استعمال کرچکے ہیں اُن سے تو اس کے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپکی مسلسل و پیہم مشتاقانہ خریداری اس کی پسندیدگی و قدردانی کی خود دلیل ہے لیکن ہندوستان جیسے وسیع برّاعظم میں جن لوگوں کو اس کے استعمال کا اب تک اتفاق نہیں ہوا اُن سے اس کی بے شمار خوبیوں میں سے چند عرض کی جاتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس شربت کا استعمال کسی مذہب کے خلاف نہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ہر تندرست انسان بلا قید عمر و مزاج موسم گرما میں خوش ذائقہ و فرحت بخش چیز کی حیثیت سے استعمال کرسکتا ہے۔

ناظرین! یہ شربت کیا ہے؟ اعلیٰ قسم کے نواکہات مثل انگور، سیب، رنگترہ وغیرہ اور بہت سی اعلیٰ ادویہ کا مرکب ہے جو خاص ترکیب اور جانفشانی سے تیار کیا جاتا ہے۔ مفرح قلب ہے۔ خوش ذائقہ ہے۔ تشنگی اور گھبراہٹ کو دُور کرتا ہے۔ اختلاج قلب، دردسر، دَوران سر، متلی وغیرہ کی شکایت کو رفع کرتا ہے۔ سوداوی امراض کے لئے عموماً اور گرم مزاج والے اصحاب کے واسطے خصوصاً بہت مفید ہے۔

معنوی خوبیوں کے علاوہ جو استعمال سے تعلق رکھتی ہیں ظاہراً طور پر رنگ دلفریب اور پیکنگ کی صفائی دیدہ زیب ہے اس کی اشاعت سے محض ذاتی نفع مقصود نہیں بلکہ ہم خرما و ہم ثواب کے مصداق پبلک کی خدمت کرنا اور ہندوستانی اشیاء کی ترویج کو ترقی دینا مدنظر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ بوتل دیکھ کر اور استعمال کرکے جو بیدار شدہ نوخیز ہندوستان کی صنعت کا اُمید افزا نمونہ ہے اور جس کی ہر چیز دیسی ہے۔ خوش ہونگے اور باوجود اس قدر خوبیاں ہونے کے قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ ہر حیثیت کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرسکیں۔ قیمت فی بوتل ایک روپیہ آٹھ آنے (۱۸؍) حکیموں اور عطاروں کے علاوہ، تاجران شربت کو بشرطیکہ وہ ایک درجن یا اس سے زیادہ خریدیں فی صدی کمیشن دیا جائے گا۔

نوٹ: اس شربت کی عام مقبولیت کو دیکھ کر بہت سے ہمارے ہم پیشہ حضرات ناجائز فائدہ اٹھانے کی مختلف ترکیبیں نکالتے ہیں مثلاً کوئی اس شربت کا ملتا جلتا نام رکھ لیا ہے۔ لہٰذا

آپ شربت خریدکرتے وقت دھوکا نہ کھائیں بلکہ بوتل پر ہمدرد دواخانہ کا خوشنما لیبل اور اس پر لفظ رجسٹرڈ ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

واضح رہے کہ یہ شربت ہمدرد دواخانہ کی مخصوص چیز ہے اور اصلی صرف ہمدرد دواخانہ دہلی سے ہی مل سکتا ہے۔ فہرست دواخانہ مع جنتری ۱۹۲۷ء کا رڈ آنے پر مفت ارسال ہوگی۔

پتہ۔ ہمدرد دواخانہ دہلی

تار کا کافی پتہ ہمدرد، دہلی

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں تو

یاد رکھئے

کہ آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہے جو انگلستان کے تمام شہروں، سوسائٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات اور آثار قدیمہ وغیرہ سے آپکو مطلع کرے نیز جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جنکی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے

ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide to Great Britain

کا

دوسرا ایڈیشن ہے۔ ہندوستان کے تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال مل سکتی ہے

اگر آپ کو دمہ

(ضیق النفس)

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہے

تو تأمل نہ کیجئے۔ اپنے سب سے قریب دوا فروش کی دکان سے فوراً ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا منگوا کر

استعمال کیجئے

اگر آپ

علم وکتب کی وسعت اور دست طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور

جسے ملک معظم برطانیہ اور اُن کے کتبخانۂ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم وادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتابیں

نئی اور پرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے ایڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرے سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے

ہر چھ ماہ کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قدیم تمدن و صنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

113, BROMPTON ROAL, KENSINGTON, LONDON, S W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں۔ پرانے سکے اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔
دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں مثلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں۔

بایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل کر۔

مطبوعات الهلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

ديني علوم كے بيش بها جواهر ريزي

اس سلسله ميں هم نے اماميں كي، ان نادر و اعلى درجه كي بلند پايه عربي تصانيف كے اُردو تراجم كا سلسله شروع كيا هے ' جنكا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف كتاب و سنت كے ليے نهايت ضروري و ناگزير هے - اميد كه يه "سلسلهٔ تراجم" بد نصيب هندوستان كي دماغي اصلاح كا كام دے :

اُسوهٔ حسنه — امام ابن قيم كي فن سيرت ميں شهرهٔ آفاق كتاب "زاد المعاد" كے خلاصه كا اُردو ترجمه - بلا جلد ٢ روپے مجلد ازهائي روپيه -

كتاب الوسيله — لفظ "وسيله" كي بحث كے علاوه امام ابن تيميه نے اسلام كے اصل الاصول "توحيد" كي مبسوط بحث كي هے - بلا جلد ازهائي روپيه ' مجلد سوا تين روپيه -

اصحاب صفه — انكي تعداد ' ذريعه معاش ' طريق عبادت' اور انكے مفصل حالات بيان كيے هيں دس آنے -

تفسير سورة الكوثر — امام ابن تيميه كے مخصوص انداز تفسير كا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقى — خالق و مخلوق كے درميان واسطه كا فرق بدلائل بيان كيا هے - چهه آنے -

سيرت امام ابن تيميه — حضرت امام كے ضروري حالات زندگي نهايت خوش اسلوبي سے بيان كيے هيں - نو آنے .

نجد و حجاز — علامه سيد محمد رشيد رضا مصري كي تازه كتاب كا اُردو ترجمه - سوا روپيه -

آئمه اسلام — ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه — فى العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت — يه ايك علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس كے خريدار كو هم نے كمال كوشش و كاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگريزي ' اور دوسري زبانوں كي تمام اهم اور اعلى مطبوعات كے متعلق بهترين تازه معلومات بهم پهنچانے كا اهتمام كيا هے- اسكے علاوه آئمه و اسلام و بزرگان دين كے حالات ' لطائف افسانه ' نظميں اور ممالك اسلاميه كے معتبر ذرائع سے حاصل كيے هوے حالات درج كيے جاتے هيں - في پرچه ٨ آنه سالانه ٢ روپيه پيشگي -

منيجر الهلال بك ايجنسي

(حلقه نمبر ٢٤ شيرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"
24, LAHORE, PANJAB.

خط و كتابت كى وقت اپنا نام اور پته صاف، لكهين اور نمبر خريدارى ضرور تحرير فرمائين -

التحر المحلال في مجلدات الهلال

گاه گاه باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغهائے سینه را

اردو صحافت كي تاريخ ميں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصيات ميں ايك انقلاب آفريں دعوت تهي -

الهلال اگرچه ايك هفته وار مصور رساله تها ' ليكن چونكه وه اردو صحافت كي مختلف شاخوں ميں اجتهاد نظر و فكر كي نئي روح پيدا كرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس كا هر نمبر مختلف اقسام اور مختلف اذواق كا مجموعه تها- اُس كے هر نمبر ميں مختلف ابواب ' مذهب ' سياست ' ادبيات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه كے هوتے تهے - اور اُسكا هر باب اپني مجتهدانه خصوصيات كے لحاظ سے اپني نظير آپ هوتا تها- پهر اس كي ظاهري خوبياں اُردو صحافت ميں اعلى طباعت و ترتيب كا پهلا نمونه تهيں- اردو كا وه پهلا هفته وار رساله تها ' جس ميں هاف ٹون تصاوير كے اندراج كا انتظام كيا گيا ' اور ٹائپ ميں چهپنے كي وجه سے بهت سي ايسي خوبياں پيدا هوئيں جو پتهر كي چهپائي ميں ممكن نهيں- اِس كي جلديں جديد اُردو علم ادب كے علمي ' مذهبي ' سياسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث كا بهترين مجموعه هيں- اِن كي مقبوليت و قدر كا اندازه اِس سے هوسكتا هے كه سنه ١٩١٨ ميں بعض شايقين علم و ادب نے اِس كي تمام جلدوں كا مكمل ست سات سو روپيه ميں خريد كيا - اور حال ميں ايك صاحب نے اِس كي پهلي جلد مكمل (جو دفتر ميں بهي موجود نهيں) ساڑهے چارسو روپيه ميں حيدرآباد سے خريدي هے - جن لوگوں نے اِس كے پرچے بحفاظت جمع كئے هيں وه بڑي سے بڑي قيمت پر بهي علحده كرنے كيليے تيار نهيں- پچهلے دنوں "البلاغ پريس" كا جب تمام اسٹاك نئے مكان ميں منتقل كيا گيا تو ايك ذخيره الهلال كے پرچوں كا بهي محفوظ ملا ' هم نے كوشش كي كه شايقين علم و ادب كے لئے جس قدر مكمل جلديں مرتب كي جا سكتي هيں مرتب كرلي جائيں اور جن جلدوں كي تكميل ميں ايك دو پرچوں كي كمي هو اُنهيں دوباره چهپوا ليا جائے -

چنانچه الحمدلله يه كوشش ايك حد تك مشكور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں كے چند سالوں كي جلديں پوري مكمل هوگئي هيں - هم اِس اعلان كے ذريعه شايقين علم و ادب كو آخري موقعه ديتے هيں كه اِس قيمتي ذخيره كے حاصل كرنے ميں جلدي كريں ' چونكه جلدوں كي ايك بهت هي محدود تعداد مرتب هوسكي هے اس لئے صرف اُنهيں درخواستوں كي تعميل هوسكے گي جو سب سے پهلے پهونچيں گي- هر جلد مجلد هے اور ابتدا ميں تمام مضامين كي انڈكس به ترتيب حروف تهجي لگادي گئي هے -

الهلال مكمل جلد دوم ١٠ روپيه — الهلال مكمل جلد سوم ١٠ روپيه
" " " چهارم ١٠ روپيه — " " " پنجم ١٠ روپيه

جلد "البلاغ" (جب دوسري مرتبه الهلال اِس نام سے شائع هوا) قيمت ٨ روپيه

علاوه جلد اول كے هر جلد كے متفرق پرچے بهي موجود هيں جن ميں سے هر پرچه اپنے مضامين كے لحاظ سے ايك مستقل مجموعه علم و ادب هے- قيمت في پرچه ٨ - آنه - محصول ڈاک و پيكنگ اِس كے علاوه هے -

منيجر "البلاغ پريس"

دنیا کي بهترین کتابوں کیلئے بهترین رهنما :

ٹائمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصره کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وه ٹائمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مهیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے براه راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹائمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیئے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بهیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تهوڑي سي محنت اور تهوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بهید سیکهنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تهوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعده علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هوجائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.

Post Box 708.

Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ۲۴

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پهلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بهترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بهترین طریقه وه هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشهور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.